دسمبر سنہ ۸۶ء

قد افلح من تزکّی و ذکر اسم ربہ فصلّی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاهد من جاهد نفسه (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیقِ دوراں مجددِ طریقت مجتہد فی التصوف بحر العلوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

شمارہ ۳	دسمبر ۱۹۸۶ء ، ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ	جلد ۸

ماہنامہ
المرشد
دار العرفان منارہ ضلع چکوال

بیاد
حضرت علامہ مولینا
اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

مدیر مسئول
پروفیسر حافظ عبد الرزاق
ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی

مدیران اعزازی
- اکرام اللہ جان قاسمی
- ملک عبد الغفار
- ابو طلحہ

بدلِ اشتراک
چندہ سالانہ ــــ ۵۰ روپے
ششماہی ــــ ۳۰ روپے
فی پرچہ ــــ ۵ روپے

سول ایجنٹ
اویسیہ کتب خانہ
۱۶۴ ر گلیکسی شاپنگ سنٹر
فیروز پور روڈ، لاہور - ۱۶

کتابت: حافظ محمد رمضان اظہر

اس شمارہ میں

اداریہ ــــ مدیر ــــ ۲
باتیں اُن کی خوشبو خوشبو ــــ حضرت شیخ المکرمؒ ــــ ۷
اسرار التنزیل ــــ حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ ــــ ۸
جہاد فی سبیل اللہ ــــ حافظ عبد الرزاق ــــ ۱۵
عالم برزخ کے احوال ــــ حضرت قاری محمد طیبؒ ــــ ۱۹
انعامات الٰہیہ ــــ حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ ــــ ۳۰
ایک لمحۂ فکریہ ــــ اُم ریحان ــــ ۴۰
قدرت کے کرشمے ــــ ابو المغیر ایم اے ــــ ۴۵
روشنی کے مینار ــــ قادری ــــ ۵۱
تبصرہ ، لغزشیں ــــ حافظ عبد الرزاق ــــ ۵۴
جلسہ میلاد کے ایک اجتماع سے نظم ــــ عامر عثمانی ــــ ۵۵

٭٭٭

طابع و ناشر حافظ عبد الرزاق مطبوعہ اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور ، مقام اشاعت دار العرفان منارہ (چکوال)

اداریہ

جشنِ میلاد النبیؐ

اس جہانِ رنگ و بو کا حسن اس کی رعنایاں اس کی جاذبیت اس کے خالق کی صنعت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کی چہل پہل اس کی رونق اس کی گہما گہمی خالق کے تخلیقی شاہکار ـــــ حضرت انسان کی تنوع پسند فطرت کی مرہونِ منت ہے۔ انسان کی گوناگوں مصروفیات اس کے رنگا رنگ مشاغل اس کی قسم قسم کی جدوجہد اس کی طرح طرح کی کوشش نا تمام سب کیا ہے؟ دراصل تجارت کا شغل ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کہیں اس تجارت میں اس کا سرمایہ نقدی ہے۔ کہیں جسمانی قوتیں ہیں۔ کہیں ذہنی صلاحیتیں ہیں کہیں اس کی متاعِ عزیز اس کی ہمہ پہلو زندگی ہے

اس تجارت میں وہ ایسا چوکس اور ہوشیار ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے کہ اس میں کیا کھویا کیا پایا۔ پھر ایسا محتاط ہے کہ اس محاسبہ کے نتیجے میں جب اُسے احساسِ زیاں ہو تو جتنا جلد ہو سکے اس نقصان کی تلافی کی تدبیریں سوچتا اور اختیار کرتا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نقصان پر مطمئن ہو کر پھر مزید نقصان کے لئے آمادہ ہو جائے۔ گویا جہاں تجارت اس کی فطرت میں داخل ہے وہاں محاسبہ بھی اس کا لازمی حصہ ہے۔

یوں تو یہاں لاکھوں قسموں کے انسان بستے ہیں مگر ایک قسم وہ بھی ہے جنہیں دعویٰ ہے کہ ہم اپنے خالق کی معرفت کی دولت سے مالا مال ہیں جو اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ ہم اس کے جامع۔ کامل اور آخری نمائندہ کے متبع ہی نہیں بلکہ اس کے شیدائی اور اس کی اداؤں پر مرمٹنے والے بھی ہیں۔ ہیں تو وہ بھی تاجر ہی البتہ ان کی تجارت کا اسلوب نرالا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔" اس سودے میں معاہدہ یہ ہوا کہ :-

وما کان لمؤمن ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ۔ یعنی وہ اپنی پسند و ناپسند کے معیار سے دستبردار ہو کر تمام اختیارات خالق کے آخری نمائندہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔" ظاہر ہے کہ اس تجارت میں جہاں نفع کے بہت زیادہ امکانات ہیں وہاں نقصان کے بھی بڑے بڑے خطرات ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کروڑوں انسان ایک اور صرف ایک انسان کے حق میں اپنے تمام اختیارات سے دستبردار کیوں ہو جائیں۔ آخر اس ایک انسان میں ایسی کون سی خصوصیت ہے ذرا اس کے خالق سے تو پوچھئے۔ فرمایا :-

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔

اہلِ ایمان سنتے ہو؟ خالقِ کائنات اعلان فرما رہے ہیں۔ اور اللہ کریم کا تم پہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس میں سے تمہاری رہنمائی کے لئے یہ رسولؐ بھیجا۔ تاکہ ہم جنس ہونے کی وجہ سے اس سے مانوس ہو کر اجنبیت اور غیریت کا احساس کہیں تمہیں اس کی برکات سے محروم نہ کر دے۔

لیجئے اس تجارت میں دو ذمہ داریاں آ گئیں۔ ایک تو وقتاً فوقتاً محاسبہ کرو کہ کیا کھویا کیا پایا۔ دوسرا اس عظیم نعمت کا شکر بھی ادا کرو۔ کیا کہنا خالق کی عنایات بے پایاں کا۔ محاسبہ کا سلیقہ اور شکر نعمت کا طریقہ بھی خود ہی سکھا دیا۔ اور اس کے لئے اوقات بھی مقرر کر دئیے۔ مثلاً۔

(۱) روزمرہ پانچ بار حساب کرنا۔ ہر بار یہ کہنا۔ التحیات اور والصلوٰۃ والطیبات یہ کہتے ہوئے اگر اپنی کارکردگی پر نگاہ پڑی کہ یہاں تو تینوں خانے

خالی ہیں تو دوسرے وقت تک اس کی تلافی کی تدبیر کر لی۔ اور دن کے آخری محاسبہ کے وقت یہ عہد کیا۔

وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ط

"یعنی جو تیرا باغی ہے ہماری اس سے بائیکاٹ۔

(۲) ہفتہ واری محاسبہ کے لئے جمعہ کا دن مقرر کر دیا۔

(۳) سالانہ محاسبہ کے لئے رمضان کا مہینہ اور عید کا دن مقرر کر دیا۔

مگر یہ سارے محاسبے تو خالق کائنات اور اس کے شاہکار انسان کے مابین ہوئے۔ وہ جس کو خالق نے احسان عظیم قرار دیا تھا اس کا ذکر کہیں نہیں آرہا۔ مگر وہ اس لئے کہ تم اس احسان کے اجمالی بیان پہ ہی رُک گئے۔ اسکی تفصیل تو پوچھو۔ تاکہ شکر ادا کرنے میں سہولت محسوس کرو۔

" ہمارا یہ نمائندہ سراپا نعمت اور احسان ہے اس کی ذات، اس کی صفات، اس کی تعلیمات، اس کے ارشادات، اس کی عادات، اس کی عملی زندگی سب کی سب تمہارے لئے نعمت اور تم پہ احسان ہے۔ اور اُسکی صورتیں یہ ہیں۔

اوّل :- يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ اور یہ تم تک میرے پیغام پہنچاتا ہے۔ اور میرے پیغامات کا کامل اور غیر متبدل مجموعہ قرآن کریم کے نام سے میرے اس نمائندے نے تم تک پہنچا دیا۔

دوم :- وہ سراپا نعمت اس اعتبار سے بھی ہے کہ وَيُزَكِّيْهِمْ۔ یعنی تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔ تزکیہ کیا ہے یہی کہ تمام برائیاں اپنے اندر سے نکال کر تمام خوبیاں اپنے اخلاق اور کردار میں پیدا کرنا۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اس نے ایسا تزکیہ کیا اور اتنی قلیل مدت میں تزکیہ کیا کہ جو قوم دوسروں کے ہاتھ سے لقمہ چھین کر کھانے میں فخر محسوس کرتی اور لوٹ کھسوٹ جس کا پسندیدہ مشغلہ تھا وہ گھر بار لٹا کر بھی مطمئن نہ ہوتی۔ اور حسرت سے کہتی کہ ؏ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

سوم :- اس احسان مجسّم کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور اس نے تعلیم کتاب وحکمت کے فن کو اس کمال تک پہنچایا کہ بے اختیار لکھنا پڑا ہے

دُرِّ افشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا ، آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

اس محسن کائنات کے احسانات کہاں تک شمار کرو گے

ے

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم !
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

" پاؤں کے ناخن سے سر کی چوٹی تک جہاں بھی نگاہ پڑتی ہے اپنی کشش کی وجہ سے حُسن کا مرکز ہی معلوم ہوتا ہے "

اب ذرا اپنے رویہ پر بھی تو نگاہ کرو - جس درجے کے یہ احسانات ہیں اُسی کے مطابق ان کا شکریہ ادا کرنا کیا ہمارے دعوائے محبت کا تقاضا نہیں - کیا ان احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے سال بھر کے بعد ایک دن مقرر کر لینا کافی ہے ؟ اور پھر ادائے شکر کے طریقے دیکھو کہ قاری عبدالباسط کی کیسٹیں بجاؤ لاؤڈ سپیکر پر نشر کرو ، اُچھلو کودو ناچو ، نعرے لگاؤ ، جلوس نکالو - کیا اس کے تمام احسانات کا حق ادا ہو گیا - اس تمام ہنگامہ ہائے و ہو میں کبھی یہ خیال بھی آیا کہ یہ دن دہاڑے ڈاکے یہ قتل و غارت یہ لوٹ کھسوٹ ، یہ دھوکے یہ فریب یہ غبن یہ ہیرا پھیری احسان فراموشی کی ساری صورتیں کیا ان نعروں اور جلوسوں سے محو ہو جائیں گی - یہ سارے داغ دُھل جائیں گے -

پھر یہ منبر و محراب سے شغلِ تکفیر ، یہ اپنے مسلمان بھائیوں کو لاؤڈ سپیکر پر

گالیاں دینے کی مسلسل مشق اور مہارت، یہ بے پردہ عورتوں کے جلوس اور قرآن نامنظور رسول کا حکم نامنظور کے نعرے، بااختیار حلقوں میں شریعت بل کی یہ رسوائی اور ماتھے پہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا لیبل یہ خود فریبی اور خدا فریبی، یہ بہروپیا پن اور یہ ایکٹنگ کا شغل آخر کب تک جاری رہے گا۔ کل قیامت میں اپنے اس محسنؐ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اور جب نامۂ اعمال پیش ہوگا اور آخر کار اسی کی شہادت پر فیصلہ ہوگا تو کیا اس بات کی فکر کبھی نہیں ہوئی کہ وہ شہادت دیتے ہوئے اگر یہ کہہ دے کہ :-

یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝

"اے میرے پروردگار! میں کیا کہوں میری قوم نے اس قرآن سے مکمل روگردانی اختیار کر لی"

تو جائے پناہ کہاں ہوگی اور احسان فراموشیوں کا انجام کیا ہوگا؟ اُدھر سے تو آج بھی یہ صدائے عام ہے کہ۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مُدیر

باتیں اُنکی خوشبو خوشبو

حضرت شیخ المکرم

★ فرمایا ــــ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں "اہلسنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے۔ انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا جانتے ہیں" اس عبارت سے معلوم ہوا کہ منکرین تصوف اہلسنت والجماعت میں داخل نہیں۔ اہل سنت اور صوفیہ محققین نے تصوف اور عقیدہ تصوف کو کتاب وسنت سے وراثۃً پایا ہے۔ اس میں سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ متفق رہے ہیں۔ یہ صوفیائے کرام کا اجماعی مسلک ہے۔

★ فرمایا ــــ اسلامی عقائد، فقہی جزئیات اعمال، اخلاق اور عبادات اسلام کا قالب ہیں۔ مگر اس کا قلب اور رُوح اخلاص واحسان یعنی تصوف ہے۔

★ فرمایا ــــ مولوی علم ہے اور صوفی عمل ہے۔ مولوی قالب ہے، صوفی قلب ہے۔ مولوی جن اعمال کی جزا و سزا آخرت میں ملے گی۔ صوفی دنیوی زندگی میں برزخ کے حالات دیکھتا ہے۔

★ فرمایا ــــ مولوی جو بزرخ خواب میں دیکھتا ہے۔ صوفی عالم بیداری میں بذریعہ کشف دیکھتا ہے۔ اس لئے صوفی کو ایک طرح کی ملائکہ سے مشابہت ہے۔

★ فرمایا ــــ اولیاء اللہ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرّب ذریعہ ہے۔

فرمایا ــــ اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔

★ فرمایا ــــ علماء کا کہنا یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کر لینا کافی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تزکیۂ باطن کے بغیر شریعت پر کما حقہٗ عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

فرمایا ــــ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے سے الٰہ ظاہری کی نفی تو ہو گئی مگر جب تک تزکیہ نفس نہ ہو گا الٰہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔

★ فرمایا ــــ عالم ظاہر بین نورِ بصیرت سے محروم ہے۔ یہ دولت انبیاء علیہم السلام کے ہاں سے صحیح ورثاء علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام کو ملی ہے۔

★ فرمایا ــــ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبتِ شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔

★ فرمایا ــــ بعض سادہ لوح دریافت کرتے ہیں کہ اگر پیر فوت ہو جائے تو کیا دوسری جگہ بیعت جائز ہے۔ خدا کے بندو! پہلے اتنا غور کرو کہ بیعت بجائے خود

مقصد نہیں۔ بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے۔

★ فرمایا ___ مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے۔ تاکہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کر کے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے۔

★ فرمایا ___ اگر پیر کے فوت ہو جانے پر آدمی کوئی دوسرا استاد تلاش نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ اول تو اپنا نقصان کرے گا۔ اور اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے پیشِ نظر رضائے الٰہی کا حصول نہیں ہے بلکہ شخصیت پرستی کا شکار ہے۔

★ فرمایا ___ اگر ایمان عزیز ہو، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو معقولیت کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی معالجِ روحانی کو تلاش کرے کیونکہ روحانی طبیب کے بغیر صحت اور تزکیۂ باطن اور تعلق مع اللہ پیدا ہونا محال ہے۔

★ فرمایا ___ اسلامی تصوف و سلوک محض شجرہ خوانی، ٹوپی اوڑھنے، خرقہ پہننے، لمبی تسبیح ہاتھ میں رکھنے، عرس منانے، قوالی سننے، وجد و تواجد اور ناچنے کودنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے حصول کے لئے دوسری شرطیں ہیں جن میں سرفہرست اتباعِ شریعت ہے جس کا بنیادی تقاضا یہ ہے۔ توحید کا عقیدہ دل میں راسخ ہو۔ اور اتباعِ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کامل درجہ کا ہو کہ اس میں بدعت کا مطلق دخل نہ ہو۔

★ فرمایا ___ شرک و بدعت کی ہوا بھی مانعِ فیض ہے۔

اسرار التنزیل

از قلم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ .... اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۃ النحل: ۱۰۶ تا ۱۱۰)

مذکورہ بالا آیات "سورۂ نحل" کی ہیں۔ چودھویں پارے میں خداوند کریم نے حقیقت ایمان کا تذکرہ فرمایا

ہے۔ ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ لوگ اپنے کردار کو اپنے آپ کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے اور مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں۔ نتیجۃً ایک طرف تو تبدیلی سے لازمی ہے کہ حالات میں مطابقت ہو سکے نتیجۃً پھر یہ ہوتا ہے کہ دین میں ارشاداتِ باری میں، ارشاداتِ پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ اور یاد رکھیں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے حکم کو بدلنا۔ ایک ہوتا ہے اس پر عمل نہ کرنا لیکن اس نتیجے کے ساتھ کہ وہ حق ہے جو حضورؐ نے فرمایا جو میں کر رہا ہوں یہ غلطی ہے۔ یہ کفر نہیں ہے یہ گناہ ہے، فسق ہے۔

اس نظریے کے ساتھ کرنا کہ جو میں کر رہا ہوں حق یہی ہے۔ حالانکہ وہ سنت کے خلاف ہو یہ کفر ہے۔ اگر اللہ کے حکم کے خلاف ہو۔ اللہ کے پیغمبرؐ کی سنت کے خلاف ہو اور انسان اس بات پر جم جائے کہ جو میں کر رہا ہوں یہی حق ہے تو یہ کفر ہے۔ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو۔ پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہو لیکن نظریہ یہ ہو کہ حق وہ ہے جو اللہ نے فرمایا۔ حق وہ ہے جو حضورؐ نے فرمایا جو میں کر رہا ہوں یہ غلط ہے تو یہ گناہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس کفر کا تذکرہ ہے جو ایمان کے دعویٰ کے بعد مسلط ہو جاتا ہے۔ فرمایا۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ - دولتِ ایمان سے مشرف ہوا۔ اللہ جلّ شانہٗ کو مانا، خدا کی توحید کو مانا، خدا کی جملہ صفات کو مانا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لایا، خدا کی کتابوں پر ایمان لایا، ضروریاتِ دین پر ایمان لایا تب مسلمان ہوا۔ تب مومن ہوا۔

اس کے بعد اس کی زبان سے وہ کلمات نکلے جو نہ منشا باری تھے نہ قول پیامبرؐ۔ خداوند کریم فرماتے ہیں کہ ایک تو حالت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کسی کی گردن پر نوک شمشیر رکھ دے اور اسے کہے کہ یہ یہ الفاظ اپنی زبان سے بیان کر اور مجبوراً وہ کہہ دے لیکن وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ اس کا دل یہ کہتا رہے کہ یہ حق نہیں ہے یہ جرم ہے جو مجھ سے کہلوایا جا رہا ہے تو ایسی حالت میں انسان اُن اقوال پہ عمل نہیں کرتا ہر وقت کون اُسے بنوکِ شمشیر عمل پہ مجبور کر سکتا ہے۔

لیکن بعض اوقات ہوتا یہ ہے۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

بعض لوگوں کا سینہ کفر کے لئے کھل جاتا ہے بعض لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ دعویٰ ایمان کے ساتھ ایک تو وہ کافر ہیں نبوت کا انکار کر دیا اللہ کی کتاب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اُن کی بات یہاں نہیں ہو رہی۔ اس آیت کریمہ میں اُن کفریات کی بات ہو رہی ہے جو انسان نادانی سے یا غلطی سے یا کوتاہ اندیشی سے ایمان لانے کے بعد جن میں گر جاتا ہے اور ذہن کا خطرہ رہتا ہے۔ فرمایا جس کے دل میں بھی کفر کیلئے راہ پیدا ہو جائے انکار کا راستہ پیدا ہو جائے تو ایسے لوگ جو ہیں......

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ - اُن پر اللہ کا غضب،

نازل ہوتا ہے اور بہت بڑے عذاب کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ پھر اس کی وجہ ارشاد فرمائی کہ کیوں ایک آدمی دین سے آشنا ہو کر دین کا دعویٰ کر کے کلمہ توحید ادا کر کے پھر کیا ضرورت ہے اُس کو کفر میں پڑنے کی فرمایا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

جب یہ کیفیت ہو گی کہ دنیا آخرت سے عزیز ہو جائے گی پھر بچنا مشکل ہو جائے گا۔

دین نام ہے دنیا کو آخرت کے لئے قربان کرنے کا خداوند عالم نے اسلام کے ذریعے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے انسانی نگاہ کو وہ وسعت دی ہے کہ وہ بات کرے تو اُس کی نگاہ آخرت پر ہو کہ میرے ان الفاظ کا اثر مابعد الموت کیا ہو رہا ہے۔ وہ کام کرے تو اس کی نگاہ آخرت پر ہو کہ میرے اس کام کا اثر مابعد الموت کیا مرتب ہو رہا ہے آخرت میں کیا بن رہا ہے۔

جب یہ نگاہ پلٹ جائے کوتاہ بین ہو جائے اور اور دنیوی امور پر مرتکز ہو جائے اور آخرت کو دنیوی خواہشات پر قربان کر دے تو اللہ کریم فرماتے ہیں پھر انسان کفر کی طرف چل پڑتا ہے خواہ اس کا نام "دین محمد" ہو اور آپ خیال فرمائیں ہمارے گرد و پیش بے شمار لوگ بستے ہیں اُن میں عقائد و نظریات میں ارض و سما کا فرق ہے۔ اور سب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ایک فرق آپ کو نظر آئے گا۔ حق پر وہ ہوں گے جو دنیوی اقتدار و مال و دولت سے مستغنی ہو کر تعمیر آخرت میں لگے ہوں گے۔ اور جو بھی حق سے بھٹکے گا اُس کی خواہشات دُنیوی زندگی تک محدود ہو جائیں گی۔ آپ تمام فرقوں کا اندازہ کر لیں مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر فرقہ باطلہ پہ آ جائیں۔

اسلام میں سے اسلام کے نام پر جو فرقے نکلے ہیں آپ اُن کا تجزیہ کریں تو ہر فرقے کے پاس یہ ماٹو ہو گا کہ یہ کام کرنے سے دنیا میں یہ فائدہ ہو گا۔ تمام کا آپ بنظرِ غور تجزیہ فرما لیں تو ہر فرقے کے پاس بات صرف دنیا دنیا کی ہو گی۔ کہ ایسا کرنے سے دنیا میں یہ فائدہ ہو گا۔ ایسا کرنے سے یہ فائدہ ہو گا۔ ایسا کرنے سے یہ فائدہ ہو گا۔

اور اسے اگر اس کا کینوس وسیع کر دیں تو سارے کا سارا کفر اس بات پہ ہے تمام مذاہب باطلہ نے بھی لوگوں کی خواہشات کو مرتکز کیا ہے۔ اور اُن کی بعض آرزوئیں کو پورا کرنے کا دعویٰ اور وعدہ کیا ہے۔

تو یہ قانون ہے کہ جب آخرت ہی کی طلب ہو گی تو کام سارے دنیا ہی کے کرے گا۔ آخرت کے لئے بھی یہ نہیں کہ دنیا کے کام چھوڑ دے گا۔ کھانا پینا چھوڑ دے گا۔ سونا جاگنا چھوڑ دے گا۔ شادی چھوڑ دے گا۔ گھر بنانا چھوڑ دے گا۔ کاروبار چھوڑ دے گا۔ کچھ بھی نہیں چھوڑے گا کام وہی کرے گا مومن بھی جو کافر کرتا ہے یہ کھائے پئے گا بھی کمائے گا بھی۔ خرچ بھی کرے گا۔ مکان بھی بنائے

گا۔ اولاد ہوگی کام وہی ہوگا۔ لیکن فرق یہ ہوگا مومن اور کافر کے کرنے میں کہ کافر دنیا کے لئے کرے گا۔ کہ یہ کام کرنے سے دنیا میں یہ حاصل ہوگا۔ اور مومن وہی کام آخرت کے لئے کرے گا۔ کام ایک ہی دونوں کر رہے ہیں۔

اب جب دنیا کے لئے کرنا ہے تو یقیناً دنیا دار ہی سے پوچھے گا کیا کرنا ہے۔ اور جب کرنا آخرت کے لئے ہے تو پھر اُن لوگوں سے پوچھے گا جو آخرت کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ ہیں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھے گا۔ اور یہاں ایک بات بڑے مزے کی پیدا ہوتی ہے کہ جب فرقہ باطلہ کا ہر شخص حضورؐ ہی کا حوالہ دیتا ہے۔ اور یہی کہتا ہے کہ حضورؐ کی اطاعت کے لئے ہی میں یہ کام کرنے کو کہہ رہا ہوں تو پھر انسان کے لئے معیارِ حق کیا ہوگا۔ خداوند کریم نے اس کا بڑا مزے دار جواب دیا ہے۔ فرمایا۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ

جس شخص کی بھی تمنا درست ہوگئی جس کے دل میں یہ بات آگئی کہ میں نے خالص اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کے لئے آخرت کے لئے کرنا ہے۔ خدا فرماتا ہے اُسے گمراہ نہیں ہونے دوں گا۔ اُسے سنبھالنا میرا کام ہے۔

یعنی اتنا آسان کر دیا کہ اب جو بھی بھٹکے گا اپنی غلط طلب کی وجہ سے بھٹکے گا۔ جو بھی گمراہ ہوگا۔ کسی گمراہ مذہب میں چلا جائے یا کسی گمراہ فرقے میں چلا جائے فرقے میں انہیں کہتا ہوں جو اسلام کے نام پہ خلاف اسلام کام کر رہا ہوں۔ تو خواہ کسی طرح کی گمراہی کا شکار بھی ہو جائے اس کا قانون قرآن کریم نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ اس کی وجہ یہ ہے اس کی وجہ سے ہوتا ہے

بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور اس بات پہ انسان آگے چلا جائے کہ آخرت میں جو ہوگا۔ ہوگا یہاں تو مزے کر لیں۔ یہاں کا لطف اٹھا لیں یہاں کی دولت سمیٹ لیں۔ جب نگاہ دنیا پہ ٹک جائے اور آخرت کو دنیا پہ قربان کرنے لگے۔

تو اس کی ابتداء بڑی معمولی ہوتی ہے۔ ہر مرض کہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی بھی ابتداء اس طرح سے ہوتی ہے جیسے آذان ہوگئی ہم مصروف ہیں۔ دوکاندار سودا بیچ رہا ہے۔ زمیندار ہل چلا رہا ہے۔ بابو دفتر میں بیٹھا ہے۔ اب وہ کہتا ہے فارغ ہوں گے تو پڑھ لیں گے۔ یہ ابتدا ہو جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ جب حکم ہوگیا۔ اذان ہو گئی تو مومن کے لئے دنیا کا کام حرام ہوگیا کہ وہ اُسے وہاں روک دے اور جو اس نے تاخیر سے جا کر سجدہ کرنا ہے اُسے بر وقت کرے۔ اسے مقدم رکھے دنیوی امور پر لیکن اگر یہاں سے شروع ہوگیا کہ فارغ نہیں ہوں۔ فرصت ہوتی ہے تو جا کر سجدہ کر لوں گا۔ تو یہ سمجھ لیں کہ نقصان کی ابتداء ہوگئی۔ اگر اُس نے دنیا کو کُلی طور پر آخرت پر ترجیح نہیں دی۔ لیکن کسی حد تک مقدم تو کر دیا۔ رفتہ رفتہ اذکار

وو ظائف چھوٹ جاتے ہیں
اگر انسان توبہ نہ کرے تو زد فرائض پہ پڑتی ہے کہ پانچ کی تین پڑھ لیں - تین کی دو پڑھ لیں - دو کی ایک پڑھ لی کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی - اگر توبہ نہ کرے اور احساس پیدا نہ ہو - تو پھر زد جا کر عقائد پہ پڑتی ہے - اور ایمانیات جب مجروح ہو جائیں تو ڈور کٹ جاتی ہے - اور انسان فضائے بسیط میں آوارہ ہو جاتا ہے پھر جس کی مرضی اُس کو اُچک لے یہی وجہ ہے کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو روز ایک نیا فرقہ بنا ہوا دیکھتا ہے تو پھر لوگوں کی ڈوریں کٹ رہی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ لوگوں نے دین کو دوسرے درجہ میں کر دیا ہے اور دنیا کو مقدم کر دیا۔

دوسرے درجہ میں یاد رکھیں کبھی دین نہیں رہ سکتا - دین رہتا ہی نہیں ہے محکوم ہو کر - دین رہتا ہی وہاں ہے جہاں یہ حکومت کرے - جہاں اسے ماتحت ہونا پڑے محکوم ہونا پڑے وہاں دین نہیں رہتا۔

تو اللہ کریم نے یہ وجہ بیان فرما دی کہ :-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ -

اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے دنیا کو آخرت پہ محبوب کر لیا - استحبوا - محبوب بنا لیا -

ایک دوست ہوا کرتے تھے ڈاکٹر ادریس اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے - ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے - بہت بڑے ڈاکٹر تھے سیالکوٹ کے - اور تقریباً تمام مریضوں کا طبقہ اُن کے پاس آتا تھا - ان کے اوقات ہوتے تھے مطب کے اور اوقات کار میں جب کام کر رہے ہوتے تھے - کسی کی پرچی لکھ رہے ہیں - دس بارہ بیس پچیس آدمی کھڑے ہیں اور مؤذن کی آواز آئی اللہ اکبر - جیسے اللہ کا لفظ مؤذن نے کہا وہ قلم رکھ دیتے تھے - آدھا لفظ لکھا ہوا ہے تو اگلا آدھا پھر پورا نہیں کرتے تھے - لوگ کہتے تھے کہ حضرت پندرہ منٹ رہتے ہیں جماعت کھڑی ہونے میں یہ پرچی تو لکھ دیں تو وہ اللہ کا بندہ کہتا تھا مجھے یہ آذان نہیں سنائی دیتی جیسے مؤذن کی آواز نکلے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ کہہ رہا ہے ڈاکٹر ادریس دوڑ کے آؤ - مجھے اس کی آواز میں یوں لگتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے کھڑا ہے اور میرا نام لے کر کہہ رہا ہے کہ ڈاکٹر ادریس بھاگ کر آؤ سجدہ کرنے کا وقت ہے میں نہیں لکھ سکتا -

یعنی حق یہ ہے کہ دین کو دنیا پہ اسقدر مقدم کرے کہ دنیا کا نقصان ہو برداشت کرے - دین کا نقصان ہو برداشت نہ کرے - اگر اس کے برعکس ہوا کہ دین کا نقصان برداشت کرے دنیا کا نہ کر سکے تو یہ مرض ایسا ہے کہ رفتہ رفتہ کفر تک لے جائے گا - ممکن ہے اس میں کوئی محال نہیں کیونکہ یہ مرض ہی "متعدی الی الکفر" ہے - کفر کی طرف کھینچنے والا ہے -

اور فرمایا جب آدمی کا یہ حال ہو - وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ط ایسے ناشکر گزاروں کو خدا ہدایت نہیں دیتا -

کفر شرک کے مقابلے میں بھی ہے نا - فَاذْكُرُوْنِيْ

اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنَ ۔ میرا شکر کرو اور کفر یعنی ناشکری نہ کرو۔ یہاں بھی اس کا یہی معنی ہے سمجھا ہے کہ جو دنیا کو دین پہ ترجیح دیتے ہیں۔ اب یہ پکی بات ہے خوب تحقیق سے دیکھ لیں سُن لیں۔ وَاَنَّ اللّٰہَ پکی بات ہے۔ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ۰ ایسے ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اولئك الذين طبع الله على قلوبهم ۔ اس جرم کی سزا یہ ہوتی ہے کہ خدا دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ وَسَمْعِھِمْ وَاَبْصَارِھِمْ ۔ کانوں پہ مہر کر دیتا ہے۔ آنکھوں پہ مُہر کر دیتا ہے۔ آخرت کو اس کے دل سے ہٹا دیتا ہے۔ اُس کے کانوں سے ہٹا دیتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے ہٹا دیتا ہے۔ پھر اسے لاکھ وعظ کہو۔ ہزاروں رسالے پڑھاؤ۔ سینکڑوں اُسے کتابیں پڑھاؤ۔ نہ وہ پڑھ کر سمجھتا ہے نہ سن کر سمجھتا ہے اور نہ کسی کے کہنے پہ عمل کرتا ہے۔ کیوں ہدایت کے دروازے اُس کی گستاخی کی وجہ سے اللہ نے بند کر دیے۔

آپ دیکھیں اس دور کی مصیبت جتنی تبلیغ اس زمانے میں ہو رہی ہے کبھی تصور نہیں کیا جا سکتا کہ تاریخ کے کسی دور میں اتنی تبلیغ ہوئی ہو۔ اخبار میں رسالوں میں ریڈیو میں ٹیلی ویژن والے بھی تبلیغ کرتے ہیں حتیٰ کہ حدیہ ہے کہ ہمارے ملک میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن بھی درسِ قرآن اور درسِ حدیث نشر کرتا ہے۔ سماز کے مسائل نشر کرتا ہے یعنی آپ دیکھ لیں جن اداروں نے کبھی یہ کام نہیں کیا تھا وہ بھی ... رہے ہیں۔ اور اتنی تبلیغ کے باوجود دلوں پہ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں نہیں ہوتا۔ اس لیے نہیں ہوتا کہ انہوں نے دنیا کو اولیت دی۔ دین کو مؤخر کر دیا۔ یہ جرم ایسا تھا کہ ایسے بدکاروں کو خدا ہدایت نہیں دیتا۔ خدا اُن کے دلوں پہ مہر کر دیتا ہے۔ اُن کے آنکھوں اور کانوں پہ مہر کر دیتا ہے۔

وَاُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ ۝

اس مُہر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ بھول جاتے ہیں۔ خدا کو بھول جاتے ہیں آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ دین کو۔ اپنے انجام کو موت کی طرف قدم بقدم بڑھتے رہتے ہیں لیکن موت کو یاد نہیں کرتے۔

فرمایا یقینی بات ہے کہ ایسے لوگ آخرت میں بہت زیادہ نقصان میں رہیں گے۔ فرمایا۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ۔

سبحان اللہ! فرمایا اگر دین سمجھنا چاہتے ہو۔ نجات کا راستہ چاہتے ہو تو اُن جاں نثارانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھو کہ ساری کی ساری دنیا چھوڑ کر تن تنہا اتباعِ رسالت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کیا اُن کے گھر گھر نہیں تھے۔ کیا اُن کے خویش و اقارب نہیں تھے۔ عزیز رشتہ دار تھے انہیں عزیز نہیں تھے۔ ان کی اولادیں نہیں تھیں اُن کی جائیدادیں نہیں تھیں۔ انہوں نے چھوڑی تو ایسی

چھوڑ دی کہ مکہ فتح ہو گیا۔ مسلمانوں کے قبضے میں چلا گیا لیکن کسی مہاجر نے اپنی جائیداد سے تل بھر واپس نہیں لیا کہ ہم نے اللہ کے لئے چھوڑ دی تھی اس پہ ہمارا کوئی کوئی حق نہیں۔

یعنی مکہ مکرمہ دوبارہ فتح ہو گیا۔ مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا اور وہی مکان وہاں پر موجود تھے۔ وہی باغات وہاں موجود تھے وہ جائیداد وہاں موجود تھی۔ کسی ایک مہاجر نے ایک تنکا واپس نہیں لیا۔ کیوں فرمایا اللہ کے لئے چھوڑ دی تھی اب دوبارہ لیتے ہوئے حیا آتی ہے۔ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں ہم نے چھوڑ دی تھی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اگر تمہیں بھی ہدایت چاہیئے تو پھر ہجرت کرو اپنی ضروریات سے اپنے مفادات سے اپنی اغراض سے بستر باندھ لو اللہ کے لئے۔

ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَابَرُوْا۔

انہوں نے کیا کیا تھا اس پہ قناعت نہ کر لی تھی کہ ہم نے تو اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور اللہ اللہ بیٹھ کر کرتے ہیں۔ اور ٹھیک ہے۔ ثُمَّ جَاهَدُوْا۔ پھر انہوں نے جہاد کیا۔ کوشش کی جہاد کا مطلب ہوتا ہے کوشش اور ایسی کوشش کہ پوری دنیا کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے بھر دیا۔ صرف یہ نہیں کہ ہجرت کرو اپنی ضروریات سے اپنی اغراض سے اپنی خواہشات سے ہجرت کرو اور پھر اپنی زندگی کو دین پہ لگا دو۔ کوئی مانے یا نہ مانے جہاں تک تمہاری آواز پہنچے وہاں تک دین کو پہنچاؤ جہاں تک تمہارا اثر پہنچے وہاں تک دین کو پھیلاؤ۔ اور وَصَبَرُوْا۔ اور صبر کرو۔ خدا کے بندو جو اس راہ میں پیش آتا ہے برداشت کرو۔ اور یہ جان رکھو کہ تمہیں ایک کانٹا بھی پاؤں کے تلوے میں چبھ گیا تو خدا اس کا بھی اجر دے گا وہ بھی اللہ فرماتا ہے۔ مجھ پہ اُدھار ہے تیرا۔

ایک قدم تیرا میری راہ میں نکلا تو حضور فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی راہ میں جن قدموں پہ دھول پڑ جائے۔ خدا اس پہ دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے

سو فرمایا اگر دین قرب الٰہی اور بلندیٔ درجات چاہیئے تو ان فرزانوں کو دیکھو جو پہلے پہلے مخاطب ہیں۔ قرآن کریم نے انہوں نے طے کیا تھا۔ ثُمَّ اِنَّ۔ اللہ اللہ اللہ عجیب انداز ہے۔ کہتا ہے پھر دیکھ لیں۔ اِنَّ رَبَّكَ تیرے رب کو۔ یہ ان لوگوں کے لئے لازم ہو گیا۔ پکی بات ہو گئی۔ تیرا رب ایسے لوگوں کے لئے ضرور یہ کرے گا۔ کن لوگوں کے لئے۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ جنہوں نے ایذا برداشت کی۔ تکلیف وشدائد کا سامنا کیا اور چھوڑنا پڑا۔ کائنات کو تو چھوڑ دیا مہاجر بن گئے ہجرت کر لی۔ لیکن اللہ کے دین کو نہیں چھوڑا۔

ثُمَّ جَاهَدُوْا۔ پھر انہوں نے روئے زمین پر دین کو نافذ کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔ پہنچایا اللہ کی بات کو اللہ کے بندوں تک۔ وَصَبَرُوْا۔ اور تمام شدائد پہ صبر کیا اللہ کے لئے۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ

رحیم۔ - اور یہ پکی بات ہے کہ ایسے لوگ تیرے رب کو بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا پاتے ہیں۔

بحیثیت انسان اُن سے بھی خطا ہو سکتی ہے۔ انہیں بھی ٹھوکر لگ سکتی ہے جو اللہ کے لئے کوشاں ہو سکین جو خلوص سے میرے لئے اپنی خواہشات کو قربان کرے اور میرا دین پھیلانے میں عمر بسر کر دے۔ اُس سے غلطی بھی ہو جائے تو کیا بات ہے۔ انسان ہے اُس سے غلطی ہو سکتی ہے میری مغفرت کو میری رحمت کو عاجز نہیں کر سکتا۔ میری رحمت بھی تو پایداکن رہے۔ غرض یہ ہے کہ طلب صادق پیدا کی جائے۔ اگر یہ پیدا ہو جائے تو ساری بات بن جاتی ہے۔ اور اگر طلب بدل جائے مقصود دنیا ہو اور اُسے آخرت کے نام پر کمانا شروع کر دی جائے تو بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں۔ دین کے نام پر دنیا سنوارنا چاہتے ہیں۔ اور بہترین لوگ وہ ہیں جو دنیا کو قربان کر کے دین کو آخرت کو سنوارنا چاہتے ہیں۔ خداوند عالم ہماری طلب کو صحیح کر دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جہاد فی سبیل اللہ

(حافظ عبدالرزاق)

لغت میں جہاد کا لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے اُن میں بڑی وسعت ہے۔ دفع مضرت، جلبِ منفعت اور حصولِ مقصد کے لئے انتہائی اور انتھک کوشش کرنے کا نام جہاد ہے۔ جب لفظ جہاد کے ساتھ فی سبیل اللہ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم ایک مخصوص دائرے میں سمٹ کے آجاتا ہے۔ گو بظاہر یہ مفہوم محدود معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت پر غور کیا جائے تو ان الفاظ کے بڑھ جانے سے جہاد کے مفہوم میں اور بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم یہ ہے کہ خالق کائنات جو

رب العلمین ہے اس کے قانون کی بالادستی، نفاذ اور ترویج کے لئے محض اس کی رضا کے لئے انتہائی اور انتھک کوشش کرنا تاکہ پوری انسانیت کو جور و جفا ظلم و تعدی سے ہر طرح نجات ملے اور امن و سکون اور عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کے مواقع عام ہو جائیں۔ اس کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

حالات کے اختلاف کی وجہ سے اس کوشش کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اور ایسا ہونا چاہیئے۔ کہیں یہ جہاد قلمی ہوتا ہے کبھی ذہنی، کبھی مالی اور کبھی جانی، غرض باطل جو چال چلے اس کا توڑ اسی قسم کے ہتھیار سے کیا جائے اور جب باطل میدانِ کارزار میں آخر حق مٹانے کے لئے آخری بازی لگا لے۔ تو اس وقت حق کی خاطر جان پیش کر دینا قتال فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ صورت جہاد کی آخری صورت ہے اس لئے بالعموم جہاد فی سبیل اللہ کہہ کر قتال فی سبیل اللہ مراد لی جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر فرد اور ہر قوم اور ہر ملک اپنے خیال کے مطابق دفع مضرت اور جلبِ منفعت کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے اور ہر ایک کے سامنے ایک مقصد بھی ہوتا ہے اور وہ اس کے حصول کے لئے ہر مخالف طاقت سے برسرِ پیکار رہتا ہے تو جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ میں فرق کیا ہوا۔ فرق ظاہر ہے جنگ ہوتی ہے اپنی ذات اپنی طاقت منوانے اور اپنا غلبہ حاصل کرنے کے لئے دوسروں کے نفع نقصان کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا جبھی تو کہا جاتا ہے (Everything is fair in love & war)

مگر جہاد فی سبیل اللہ ہوتا ہے دُکھی اور مظلوم انسانیت کو ظلم و جور کے چنگل سے چھڑا کر امن و انصاف کی فضا میں سانس لینے کے مواقع فراہم کرنے کے لئے دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ بقولِ عارف ؎

اک اُٹھا کشور کشائی کے لئے
اک اُٹھا حق کی صفائی کے لئے
جنگ میں القصہ سب دنیا ہے غرق
ہر سکندر اور موسیٰ میں ہے فرق

جبھی تو رب کریم نے ایک عظیم ذمہ داری سونپتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا:۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ یعنی ایک بہترین امت ہو کیونکہ تمہیں دوسروں کے لئے جینا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگ اپنے لئے جیتے ہیں سمجھ میں کچھ یوں آتا ہے کہ یہی دوسروں کے لئے جینے کی کوشش کا نام ہی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کی تفسیر کسی نے خوب کی ہے ؎

شمع کی طرح جئیں بزمگہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

مگر یہ دوسروں کے لئے جینا اور پھر مادہ پرستی کے اس سیلاب میں بڑا ہی کٹھن کام ہے

دھارا بڑا ہی تیز ہے　　　ہر موج طوفاں خیز ہے
ہر زندگی استیز ہے
یا تیر اس کے درمیاں　　　یا ہاتھ پاؤں توڑ کر

او نوجواں ! یہ کر ہی دیکھ

لیکن اس کٹھن کام کو آسان بنانے کی ترکیب اسی نے بتا دی جس نے دوسروں کے لئے جینے کا حکم دے کر جہاد فی سبیل اللہ کا سبق پڑھایا۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ اول تو دل دولتِ ایمان سے مالا مال ہو۔ کیونکہ ایمان میں وہ قوت ہے کہ پہاڑ اس کی راہ کی گرد اور سمندر اس کے لئے پایاب ہو جاتے ہیں۔ ذرا جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ پہ نگاہ ڈالئے۔ بدر، اُحد، خندق، فتح مکہ، یرموک، قادسیہ، نہاوند۔ غرض کہاں تک شمار کروں۔ ان تمام معرکوں میں کیا مجاہدوں کے پاس اسلحہ بہتر اور وافر تھا؟ کیا سامانِ رسد کی فراوانی تھی؟ کیا رسل و رسائل کا نظام معیاری تھا؟ کیا افرادی قوت زیادہ تھی؟ کچھ بھی نہیں تھا تو پھر کیا تھا۔ آپ کہیں گے یہ صرف ان کا مورال تھا۔ ہاں ہاں بس اسی مورال کا اسلامی نام ایمان ہے نہیں بلکہ مورال میں پھر ایک کمی ہے۔ خدا نا آشنا سپاہ کا مورال مصنوعی ہوتا ہے کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ ملنا ہے اسی زندگی میں ملنا ہے میرے پیچھے کچھ نہیں۔ مگر ایمان حقیقی مورال ہوتا ہے کہ یقین موجود ہوتا ہے کہ اس زندگی میں جو کچھ ملتا ہے وہ تو جھونگے میں ہے اصل تو ملنا ہے مرنے کے بعد اس لئے اس کے مورال اتنا (High) ہوتا ہے کہ اس کی بلندیوں تک کسی دوسرے کا پہنچنا ممکن ہی نہیں جبھی تو اسلامی سپہ سالار نے ایرانی جرنیل سے کہہ دیا تھا:۔

ان معی قوم یحبون الموت کما یحبون الفارس الخمر۔ "یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کی اتنی شیدائی ہے جتنا ایرانی شراب کے شیدائی ہوتے ہیں۔

تو یوں سمجھیئے کہ ایمان ہی جہاد فی سبیل اللہ کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ مجاہد جب اپنے نورِ ایمان سے بگڑے ہوئے ماحول اور سسکتی ہوئی انسانیت کو دیکھتا ہے کہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے ؎

یہ اژدہاؤں کا جہاں　　زندہ بلاؤں کا جہاں
خاکی خداؤں کا جہاں　　ہاں اس جہاں کے درمیاں
مثلِ مسلماں چار دن　　او نوجواں یہ کر ہی دیکھ

اور پھر وہ دعوت دیتا ہے۔

او قیدئی ہر میر و شاہ　　کب تک یہ ضبطِ لا الٰہ
یہ ضبط ہے بکثیر گناہ　　کب تک نہیں کھلتی زباں
اب صاف صاف اپنا پیام　　او نوجواں کہہ کر ہی دیکھ

اور جہاد کی تاریخ شاہد ہے کہ جہاں ایمان و یقین کا جذبہ مدھم ہوا کوئی طاقت کوئی سامان کوئی تدبیر اس کمی کو پورا نہ کر سکی۔ لہٰذا ایک مجاہد کا بہترین اسلحہ ایمان و یقین ہے اور ایمان نام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ کامل اور غیر متزلزل اعتماد کا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے لئے دوسرا ضروری وصف تقوٰی ہے اور حقیقت میں یہیں سے جنگ اور جہاد کی راہیں جدا ہو جاتی ہیں۔ جنگ اور جہاد میں تقابل کرنا چاہو

تو ذرا انسانیت کی تاریخ کے ایک دو اوراق ہی کھول کر دیکھ لو۔ جنگ کی فتنہ سامانی کا نمونہ دیکھنا ہو تو ہیروشیما ناگاساکی، افغانستان، کوریا اور افریقہ میں مہذب نہیں بلکہ تہذیب کے واحد ٹھیکیداروں کے انسان دشمنی کے مناظر دیکھ لو اور جہاد فی سبیل اللہ کی برکات دیکھنی ہو تو ذرا حمص والوں سے پوچھو جب مجاہدین نے ان سے اپنی معذوری ظاہر کی کہ ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے لہٰذا تم سے جو کچھ لیا واپس کرتے ہیں۔ اور اہل حمص جو غیر ہیں رو رو کے کہتے ہیں کہ خدا کے لئے ہمیں اپنوں کے سپرد نہ کر جاؤ۔ تم غیر ہو کر اپنوں سے ہزار درجہ بہتر ہو۔

اتنا بڑا فرق صرف تقویٰ کی بنا پر ہے۔ تقویٰ کیا ہے یہ ایک وصف ہے ایک جذبہ ہے کہ جب کسی کام کرنے کا ارادہ ہو اپنے آپ سے یہ سوال کیا جائے۔ کیا اس کام کرنے سے اللہ راضی ہوگا یا ناراض اگر جواب ملے کہ اس سے اللہ راضی ہوگا تو اس کام میں تن من دھن لگا دینا اور اگر جواب ملے کہ یہ کام تو اللہ کو پسند نہیں تو قدم رک جانا اور دل سے داعیہ ہی ختم ہو جانا۔ یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔ اب ذرا جہاد فی سبیل اللہ کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ ہر معرکہ میں ہر جھڑپ میں، ہر مقابلے میں یہ (standing order) آپکو نظر آئے گا کہ :۔

۱۔ دشمن کی فصل تباہ نہیں کرنی۔

۲۔ پھل دار درخت تباہ نہیں کرنے۔

۳۔ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے تعرض نہیں کرنا۔

۴۔ جو لوگ دنیا کے دھندوں سے الگ تھلگ یادِ خدا میں لگے ہوئے ہیں ان سے تعرض نہیں کرنا۔

مگر ایسا کیوں نہیں کرنا اس لئے اللہ کو ایسا کرنا پسند نہیں اور تمہیں دوسروں کی خاطر جینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ والے جہاں بھی گئے ہلاکت کی بجائے انسانیت کے لئے جینے کا سامان ہی فراہم کرتے گئے، کیونکہ تقویٰ کا تقاضا یہی تھا۔

کیا مہذب دنیا کی تاریخ اپنی جنگوں میں اس قسم کی ایک مثال بھی پیش کر سکتی ہے؟ مگر وہ کیسے پیش کرے جبکہ جنگ کا فلسفہ ہی اور ہے۔

ہمارے مجاہدین بھی اگر ایمان و تقویٰ کے ہتھیاروں سے لیس ہو جائیں تو یقیناً انسانیت کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوں گے

ہمارے دن گذشتہ پھر ہمیں یارب دکھا دینا
سنا ہے تیری قدرت سے گئے دن پھر بھی آتے ہیں

تیسری قسط

عالم برزخ کے احوال

حضرت قاری محمد طیب

زندوں اور مُردوں کی ملاقات :-

تیسرا ذریعہ جس سے برزخی مقامات پہچانے جائیں منامات صادقہ اور سچے خواب ہیں، خواہ مومن دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔ یہ نصیب صلحاء اور بعض اوقات قسمت عوام میں بھی ہے مگر اختیاری نہیں کہ جس کا جی چاہے اور جب چاہے دیکھ لیا کرے۔ مگر دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور دیکھتے رہے ہیں اور حسب مناسبت طبع انہیں برزخی مقامات نظر آئے ہیں اور سلف سے لیکر خلف تک سینکڑوں منامی واقعات پیش آئے ہیں جو بطون اوراق میں محفوظ ہیں اس کے معتبر ہونے کی کھلی وجہ یہ ہے کہ برزخ اور اس کے احوال نصوص قطعیہ اور ظنیہ سے ثابت ہونے کی وجہ سے بلا شبہ واقعات ہیں تخیلات نہیں ہیں اور ہر واقعہ اپنے اندر اپنی کچھ خاصیتیں اور تاثیریں رکھتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحب واقعہ اور اُس واقعہ کو دیکھنے والا اس سے اثر نہ لے اور اس کی کیفیات سے متکیف نہ ہو ورنہ یہ واقعات اوہام خیالات ہو کر رہ جائیں جو محال ہے لیکن یہ اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ زندوں کی ارواح خود برزخ میں پہنچیں اور مردوں کی ارواح سے ملیں تاکہ برزخی کیفیات و مقامات ان پر کھل سکیں اور ظاہر ہے زندوں کے لئے برزخ میں پہنچنے کا راستہ کشف کے بعد خواب و منام کے سوا دوسرا نہیں۔ جس کے ذریعہ زندہ مردوں سے ملتے ہیں اور ان کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے آیہ کریمہ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (الزمر) میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جن نفوس وارواح کو بوقت خواب ادھر لیا جاتا ہے تو یہ ارواح وہیں پہنچا دی جاتی ہیں جہاں مردوں کی ارواح پہلے سے موجود ہیں کیونکہ نیند اور موت دونوں بہنیں ہیں جن کے نوعی احوال کچھ فروق کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے زندوں اور مردوں کی روحیں اس مقام پہ باہم ملتی ہیں۔ پھر جنہیں اس حالت میں موت دے دی جاتی ہے تو وہ ارواح وہیں روک لی جاتی ہیں اور جنکی دنیا باقی ہوتی ہے وہ وہاں سے واپس کر دی جاتی ہیں۔ اس وقفہ میں زندوں کی ارواح مردوں سے باہم باتیں کرتی ہیں ان سے خبریں معلوم کرتی ہیں۔ اور مُردے اُن باتوں کی خبریں دیتے ہیں جنکا زندہ بلکہ دنیا میں کسی کو علم نہیں ہوتا اور وہ من وعن صحیح نکلتی ہیں تو اس راستہ سے زندوں پہ مردوں کے برزخی مقامات ایک حد تک کھل جاتے ہیں جس کے ہزاروں واقعات محدثین اور حُفاظ حدیث نے محدثانہ سند کے ساتھ نقل کئے ہیں۔ ابن ابی الدنیا کی ایک مستقل تصنیف ہی ان خوابوں کے بارے میں

بنام کتاب المنامات موجود ہے۔ حافظ ابن قیم نے کتاب الروح میں بیسیوں ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے کہ مردوں نے اپنے برزخی مقامات خواب میں لوگوں کو بتلائے ان میں سے بعض واقعات بطورِ نمونہ حسبِ ذیل ہیں۔

درجاتِ آخرت :- محمد بن سیرین کو ان کے بعض تلامذہ نے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا عرض کیا آپ تو بحمد اللہ بہت اچھی حالت میں ہیں حسن بصری کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ وہ مجھ سے ستر درجہ اونچے مقام پر ہیں۔ میں نے عرض کیا کیوں؟ آپ تو بظاہر علم و عمل میں اونچے تھے فرمایا ان کے طول حزن کی وجہ سے۔ رابعہ بصریہ کو ان کے اصحاب میں سے ایک خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ ان پر استبرق کا حلہ ہے اور سندس کی اوڑھنی چمک رہی ہے حالانکہ وہ صوف کے موٹے کپڑے میں دفن کی گئی تھیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ صوف کا کفن کیا ہوا؟ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اسے تہ کرا کر اور اس پر مہر لگا کر اسے علیین میں محفوظ کرا دیا ہے تاکہ میرا ثواب اس کے ذریعے اور مکمل ہو تا رہے۔ اور یہ اعلیٰ لباس عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا عبیدۃ بنت کلاب (مشہور عابدہ و زاہدہ بی بی تھیں) کس مقام پر ہیں ان کا کیا پوچھنا وہ ہم سب سے سبقت لے گئیں اور درجات اعلیٰ میں ہیں عرض کیا گیا ایسا کیوں ہوا۔ حالانکہ عبادت و زہد میں آپ ان سے بڑھ کر تھیں۔ فرمایا وہ دنیا کی کسی حالت کی پرواہ نہیں کرتی تھیں۔ صبح ہو یا شام وہ ہر حال راضی برضا رہتی تھیں۔ اسی سے یہ مقام انہیں ملا ہے۔ خادمہ نے عرض کیا کہ ابو مالک یعنی ضیغم کس حال میں ہیں؟ فرمایا کہ اس مقام پر ہیں کہ جب چاہیں حق تعالیٰ کی زیارت کر سکتے ہیں۔ خادمہ نے عرض کیا کہ کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے کہ میں اس کے ذریعے حق تعالیٰ سے قریب ہو جاؤں۔

"فرمایا کہ کثرتِ ذکر کو لازم پکڑو۔"

عبد العزیز ابن سلیمان عابد کی وفات کے بعد ان کے خاص دوستوں نے خواب میں دیکھا کہ ان پر سبز لباس کا پاکیزہ جامہ ہے اور سر پر موتیوں کا مرصع تاج ہے کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کس حال میں ہیں موت کا مزہ کیسا تھا اور بعد موت کے کیا دیکھا۔ فرمایا موت کی شدت و کرب و غم کی کچھ نہ پوچھو مگر حق تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ہمارے ہر عیب کو چھپا لیا اور رحمت سے ملاقات فرمائی۔

صالح ابن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں عطا رسلمی کو موت کے بعد دیکھا اور عرض کیا کہ کیا آپ مر نہیں چکے ہیں۔ فرمایا مر چکا ہوں۔ میں نے کہا موت کے بعد کیا ہوا فرمایا خیر کثیر دیکھی اور رب غفور و شکور پایا۔ میں نے کہا آپ طویل الحزن نہیں تھے۔ اس طویل حزن سے ہی تو اللہ تعالیٰ نے یہ راحت طویلہ اور فرحت دائمی عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کس درجہ میں ہیں۔ فرمایا انبیاء صدیقین و شہداء و صالحین میں پہنچا دیا گیا ہوں۔

عاصم جحدری کی وفات کے بعد ان کے بعض گھر والوں نے انہیں خواب میں دیکھا اور کہا کیا آپ انتقال

فرما چکے ہیں۔ کہا ہاں۔ عرض کیا کہ آپ کہاں ہیں فرمایا رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ میں ہوں۔ میں بھی اور میرے بعض ساتھی بھی اور ہم ہر جمعہ کی شب اور جمعہ کی صبح میں "بکر ابن عبد اللہ المزنی" کی مجلس میں جمع ہوتے ہیں اور ہمیں وہاں تم دنیا والوں کی خبریں معلوم ہوتی ہیں۔ عرض کیا کہ یہ اجسام کا حال ہے یا ارواح کا۔ فرمایا اجسام تو گل گلا چکے۔ ارواح کا حال ہے۔

مرہ ہمدانی کی پیشانی سجدہ کی وجہ سے مٹی نے گھس دی تھی یعنی نشان ہی نہ تھا بلکہ پیشانی پچک گئی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد ان کے گھر کے ایک صالح نے انہیں خواب میں دیکھا کہ پیشانی ستارہ کی طرح چمک رہی ہے اس نے کہا یہ کیسا اثر ہے فرمایا کہ کثرتِ سجود کی وجہ سے میری پیشانی کو لباسِ نور عطا فرمایا گیا ہے اس نے عرض کیا کہ آپ کا مقام کیا ہے۔ فرمایا کہ ایسا بہترین گھر دیا گیا ہے کہ نہ ہم سے چھینا جائے گا اور نہ اس میں کبھی موت آئے گی

سعید ابن داؤدؒ کہتے ہیں کہ جویرہ بن اسمار نے بیان کیا کہ شدید گرمی کے موسم میں کوفہ کے ایک نوجوان عابد کی وفات ہوئی تو میں نے ارادہ کیا بعد ظہر وقت ٹھنڈا ہو جانے پر دفن کریں گے اور میں سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ قبرستان میں ہوں اور جواہرات کا ایک حسین وجمیل قُبّہ اور محل ہے جو چمک رہا ہے اور میں ٹکٹکی باندھے حیرت سے اس کے حسن اور صناعی کو دیکھ رہا ہوں اچانک وہ کھلا اور اس میں سے حسین وجمیل عورت نکلی کہ میں نے کبھی ایسا حسن وجمال نہیں دیکھا تھا وہ میری طرف بڑھی اور کہا کہ تمہیں خدا کی قسم کہ اس نوجوان کو ظہر تک ہم سے جدا نہ رکھو اور ہرگز نہ روکو تو میں گھبرایا ہوا اٹھا اور اسی وقت کفن دفن کا سامان کیا اور اسی جگہ کی قبر میں دفن کیا جہاں وہ قُبّہ دار محل نظر پڑا تھا۔ احمد بن محمد بصریؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت! حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ میری مغفرت فرمادی اور یہ فرمایا کہ اے احمد بن حنبل میرے بارہ میں تیرے چہرے کو ستر کوڑوں کی مار دی گئی تھی؟ عرض کیا ہاں یا اللہ مار دی گئی تھی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ

"اے احمد! یہ میرا چہرہ تیرے لئے مباح ہے جب چاہے تو دیکھ سکتا ہے"

ابو جعفر کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن الحارث مشہور امام صوفیا کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کے ساتھ حق تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا؟ فرمایا کہ لطف وکرم کا برتاؤ فرمایا اور نصف جنت میرے لئے مباح کر دی کہ اس میں جہاں چاہوں گھوموں سیر کروں اور متنفع ہوں اور جو میرے جنازے میں شریک ہوئے اُنکی مغفرت کا وعدہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ ابو نصر تمار کا کیا ہوا فرمایا کہ وہ اپنے صبر وفقر کی وجہ سے لوگوں سے بہت اونچے اُٹھائے گئے ہیں۔

حماد بن ہشام ابن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ ام عبداللہ نے فرمایا جو بصرہ کی عابدہ زاہدہ عورتوں میں سے تھیں کہ میں خواب میں ایک عظیم الشان حسین وجمیل محل میں داخل ہوئی اس کے پائیں باغ میں پہنچی میں اس کی رونق وبہار اور حسن وجمال کو بیان نہیں کرسکتی۔ وسط باغ میں ایک سونے کا مرصع تخت بچھا ہوا ہے جس کے ارد گرد آفتاب وماہتاب جیسے چہروں کے خدام ہاتھوں میں پاکیزہ جام اور ظروف لئے کھڑے ہیں اور تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھے ہیں کہا گیا یہ مروان محلمی ہیں جو ابھی آئے اور اچھل کر اس تخت پر متمکن ہو گئے ہیں۔ بیدار ہوئی تو دیکھا کہ مروان کا جنازہ قبرستان جا رہا ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ کو انکی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ کہا۔ الحمدللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے مل گیا ہوں اور انہی کے پاس ہوں۔

صخر بن راشد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور کہا کہ کیا آپ انتقال نہیں فرما چکے۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔ فرمایا اتنی بڑی مغفرت فرمائی جس نے سارے ذنوب پر احاطہ کر لیا۔ میں نے عرض کیا سفیان ثوریؒ کا کیا ہوا؟ فرمایا اوہ، اوہ وہ تو انبیاء صدیقین۔ شہداء وصالحین کی معیت میں ہیں۔

خواب کی اہمیت :۔

یہ اور اس قسم کے ہزاروں واقعات جنہیں علماء نے شرح وبسط کے ساتھ نقل کیا ہے اس کے شاہد عدل ہیں کہ برزخی مقامات کے کھلنے کا ایک بڑا ذریعہ سچے خواب ہیں۔ اس لئے خواب کو نبوت کا چالیسواں حصہ فرمایا گیا ہے اور ان کو نص حدیث مبشرات فرمایا گیا ہے۔ رہا یہ امر کہ خواب ظنی ہے سو اس سے انکار نہیں لیکن ظنی کے معنی ساقط الاعتبار ہونے کے نہیں ورنہ یوں تو قرآن کے سوا اخبار احادیث بھی ظنی ہیں قیاس مجتہد بھی ظنی ہے خواب بھی ظنی سہی حقیقت یہ ہے کہ ظنی معاملہ پر قطعی کے استعمال ہوتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ثبوت میں قطعیات سے گھٹا ہوا ہے نہ یہ کہ اسمیں حجیت کی شان کلیۃً مفقود ہے۔ البتہ درجہ بدرجہ حجت ہونے کی شان بھی جدا جدا ہے۔ خبر واحد ظنی ہے لیکن اول تو وہ وحی ہے صرف وسائط کے درمیان میں آجانے سے چونکہ ثبوت میں شبہ کی گنجائش پیدا ہو گئی ہے اس لئے وحی ہونے کے باوجود وہ ثبوتاً ظنی کہلائے گا اس لئے ثمرہ کے لحاظ سے بھی مورث ظن ہی شمار کی جائے گی۔ لیکن اس کے باوجود حجۃ شرعیہ بھی رہے گی جس سے مسائل کا اثبات کیا جائے گا۔ قیاس مجتہد بھی ظنی ہے مگر خبر واحد سے گھٹا ہوا کیونکہ وہ خود وحی نہیں بلکہ وحی سے ماخوذ ہے اور چونکہ اس میں بندہ کے

فہم وعقل کا دخل آجاتا ہے اس لئے بلحاظ ثبوت نص کے بہ نسبت اس کے گرے درجہ میں ہونے کی وجہ سے وہ خبر واحد سے گرا ہوا شمار ہوگا۔ مگر پھر بھی نص سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے مورث ظن بھی ہوگا۔ اور اس ہی حجۃ شرعیہ ہونے کی شان بھی باقی رہے گی البتہ وہ مثبت احکام ہونے کی بجائے مظہر احکام ہوگا۔ رہے منامات تو یقیناً خبر واحد اور قیاس سے بدرجہا گھٹے ہوئے ہیں کیونکہ نہ وہ خود وحی ہے اور نہ وحی سے ماخوذ ہے۔ بلکہ غیر نبی پر گزرے ہوئے واقعات ہیں جنکی سند صرف یہ خواب دیکھنے والا ہی ہے جس کا کوئی شاہد یا متابع نہیں ہے۔ اس لئے نہ وہ احکام کے لئے مثبت ہوگا نہ مظہر بلکہ ثابت شدہ احکام یا واقعات کے لئے مؤید ضرور ہو سکتا ہے اور اسی سے اثرات بھی قبول کئے جا سکتے ہیں۔

اس لئے اگر شخصی خوابوں کو حجۃ کلیہ نہیں کہا جائے گا جو سب کے لئے قانون بن جائے تو حجۃ کاشفہ حجۃ موضحہ یا حجۃ مؤیدہ ضرور کہا جائے گا۔ اس لئے سلف سے لے کر خلف تک اہل علم خوابوں سے اسی قسم کی تائیدات اور تفاؤلات کا اثبات کرتے آئے ہیں کیونکہ سچے خواب کو چالیسواں حصہ نبوت کا، فرمایا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا تعلق مرضیات سے نہیں ہے واقعات سے ہے۔ نبوت کی ابتداء ہی سچے خوابوں سے ہوئی ہے کہ آپ جو کچھ خواب میں دیکھتے وہی چیز واقعہ بن کر سامنے آجاتی۔ اسی طرح نبوت کے بعد نبوت کے اسی چالیسواں حصہ کے باقی رہنے کی خبر دی گئی ہے۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

او الرؤیا الصالحۃ

جس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ سچے خواب نبوت کا جزو ہونیکی وجہ سے تبشیر کا کام ضرور دے سکتے ہیں۔ اگر ان سے احکام یا علل احکام ثابت نہیں ہو سکتے تو ان احکام وعلل کی تائید اور وضاحت تو حاصل کی جا سکتی ہے اس لئے اگر وہ حجۃ مثبتہ اور حجۃ مظہرہ نہیں ہیں تو حجۃ مؤیدہ اور حجۃ موضحہ ضرور ہیں اور یہ بھی حجیت کا ایک مقام ہے پھر ان کی تاثیر بھی بیّن اور نمایاں ہے سچے خواب سے اگر وہ از قسم بشارت ہیں تو طبعاً قلوب کو تسلّی اور دلجمعی ہوتی ہے۔ غمزدوں کے قلوب ٹھہر جاتے ہیں۔ بچھڑے ہوؤں کے دل مطمئن ہو کر تسلّی وتشفی پاتے ہیں۔ اور اگر از قسم تنبیہ ہیں تو دل لرز کر محتاط ہو جاتے ہیں ہزاروں برائیوں سے باز آجاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ برزخ اور اس کے واقعات احوال نصوصیہ شرعیہ کی رُو سے واقعات ہیں تخیلات نہیں ہیں۔ اور ہر واقعہ اپنے اندر کچھ نہ کچھ خواص وآثار رکھتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ صاحب واقعہ پر ان واقعات کا اثر نہ پڑے۔ ورنہ وہ واقعہ واقعہ نہ رہے۔ تخیل محض اور وہم وخیال ہو کر رہ جائے۔ پس اگر ایک واقعہ بیداری میں اپنے اثرات ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا تو وہی واقعہ اگر خواب میں نظر آ

جائے۔ آخر خواب دیکھنے والے کے لئے وہ بے اثر ہو کر کیسے رہ جائے گا؟ اور برزخ میں پیش آنے اور اس کے دیکھنے سے وہی اثر کیوں قبول نہ کیا جائے گا؟ صرف ظرف ہی بدلتا ہے واقعہ تو نہیں بدلتا مورد نگاہ تو نہیں بدلتی۔

قوتِ خیال اور حجیتِ خواب :۔

نیز یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ دنیا میں حقیقی نگاہ بھی قوتِ خیال ہے جو نفس کا ایک جوہر ہے اور برزخ کی نگاہ بھی اس نفس کی وہی قوتِ خیالیہ ہے صرف اس کے پیکر کی شکل بدل جاتی ہے قوت نہیں بدلتی۔ اس لئے جب نفس بھی ایک ہی ہے اس کا آلۂ بصارت بھی ایک ہی ہے اور واقعہ کی نوعیت بھی ایک ہی ہے اگر بدلا ہے تو صرف ظرف بدلا ہے تو ظرف کے بدلنے سے مظروف یا اس کی تاثیر کیسے بدل جائے گی یا وہ بے اثر کیسے ہو سکے گی۔ زیادہ سے زیادہ کیفیت کی نوعیت میں فرق پڑ سکتا ہے سو کیفیت کی تبدیلی سے عین کی تبدیلی نہیں ہو سکتی اس لئے بیداری کی آنکھ سے کسی واقعہ کو دیکھا جائے یا خواب کی آنکھ سے دیکھا جائے دیکھنے والا نفس اور اس کی قوتِ خیال (جو سمع و بصر اور ذوق و شم کی نوعیتوں میں بٹی ہوئی ہے) ایک ہی رہے گی اور اثر بھی وہی ایک ہی ظاہر ہوگا۔ اس لئے سچا خواب اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ ظنی ہے تو ہمارے ادراک کے لحاظ سے ظنی ہے نہ کہ واقعات کے لحاظ سے کیونکہ وقائع برزخ تو نصوص شریعت سے ثابت ہونے کی وجہ سے واقعات ہیں جن میں شک کی اصلاً گنجائش نہیں اس لئے بذاتہ یہ واقعات قطعی ہیں۔ البتہ ہمارے ادراک کے لحاظ سے ظنی ہیں۔ بالفاظِ دیگر ظنیت ہمارے ادراک میں ہے واقعات میں نہیں اس لئے قدرۃً سچے خواب میں قبولیت کے علاوہ ایک گونہ حجیت کی شان بھی کچھ نہ کچھ آئے گی جس کی تفصیل عرض کی جا چکی ہے۔ جب ایک سچے کا خواب ایک سچا واقعہ ہے تو وہ بوجہ واقفیت اپنے متعلقہ معاملہ کے لئے حجت ہوگا۔ گو دیانۃً ہی حجت ہو قضاءً نہ ہو۔ غور کیجئے اگر کسی ایک شخصیت یا ایک واقعہ کے بارہ میں کئی سچے خواب جمع ہو جائیں تو ان میں تو حجیت کی شان کچھ بڑھ ہی جانی چاہیئے۔ بلکہ میں آگے بڑھ کر عرض کروں گا کہ اگر دیکھا جائے تو دورِ نبوت میں تو ایسے منامات کو شرعی حجت کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

واجب القبول خواب :۔

"لیلۃ القدر" کو جبکہ متعدد صحابہ کرامؓ نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ ہی میں خواب میں دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے عشرہ اخیرہ میں ہونے کا حکم فرمایا اور اس کی علت یہ یہ فرمائی کہ :۔

انی اری رؤیاکم قد

علی انھا فی المعش الا ا اخرط

جس سے واضح ہوتا ہے کہ خوابوں کا تواطؤ اور تواتر و تعدد کذب پر محمول نہیں کیا جا سکتا پس جیسے مومنین کا تواطوءِ روایت کو واجب القبول اور مورث ظن غالب یا بعض حالت میں مورثِ یقین بنا دیا ہے اور جس طرح علماء کا تواطوِ رائے کہ وہ کسی چیز کے استحسان یا استہجان پر اجماع کر لیں تو وہ اُسے واجب العمل بنا دیتا ہے اور اگر ایک حد تک شرعیات میں بھی بطورِ حجت اس کا اعتبار کر لیا گیا ہو تو اس میں کیا قباحت ہے بلکہ بعض اوقات قرنِ نبوت میں صرف ایک ہی سچے خواب کو شرعی حکم کی بناء پر قرار دیا گیا ہے۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی مشروعیت کے بارہ میں عبداللہ ابن زیاد ابن عبد کے خواب کو اذان کی مشروعیت کی بناء قرار دیا ارشاد فرمایا کہ:۔

اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ قُمْ يَا بِلَالُ فَاَذِّنْ۔

یہ اور بات ہے کہ وہ دورِ نبوت تھا اور آپؐ کی توثیق سے خواب موجبِ ثبوت مسئلہ بن گیا۔ لیکن توثیق تو بہر حال خواب کی ہی کی گئی ہے جس سے اتنا واضح ہو گیا کہ مومن کا سچا خواب کسی نہ کسی درجہ میں حجیت کی شان ضرور لئے ہوئے ہے۔ ساقط الاعتبار نہیں۔ اب اگر آج بھی کوئی شخص یا چند اشخاص نعیم قبر کے بارہ میں کوئی قدر مشترک خواب میں دیکھتے ہیں تو اُسے ظن غالب کے طور پر تسلیم کر کے بطور حجت کہا جائے گا کہ فلاں شخص انشاء اللہ ضرور نعمتوں میں ہے اور مقبول ہے جیسا کہ اس قسم کے خوابوں کے متعدد واقعات عرض کئے گئے ہیں اور ان سے برزخی نعمتوں یا مصیبتوں کے جو وقائع خوابوں کے سامنے آئے ہیں ان کی تکذیب نہیں کی جا سکے گی۔ جیسے مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی والدہ صاحبہ نے اپنی ایک مرحومہ عزیزہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ نزع میں تکلیف تو بہت ہوئی ہو گی۔ وہ بولیں کہ نہیں۔ بالکل نہیں۔ کافروں پر جو کچھ گذرتی ہو بلاشبہ یہ سچا خواب ہے۔ بلحاظ استدلال شرعی بھی بلحاظ رویائے صادقہ بھی۔ اور بلحاظ تجربات و مشاہدہ بھی۔

ارواح کی روانگی :۔

حدیث میں صراحتاً ارشاد ہے کہ جب مومن کی روح کو خطاب کر کے ملائکہ کہتے ہیں۔

اخرجی ایتھا النفس الطیبۃ کا نت فی الجسد اللطیف اخرجی الی روح وریحان ورب غیر غضبان۔ اور بہشت بریں کے (خوشبوئیں) دکھاتے ہیں تو وہ اس طرح ذوق و شوق اور امنگ کے ساتھ سہل سہل نکلنے کے لئے بہتی ہے جیسے مشک الٹی کر کے منہ کھول دیا جائے اور پانی کا ایک ایک قطرہ بہ کرا نا فنا نکل کر بہہ جائے۔ یعنی شدتِ شوق میں اُسے نزع کی تکلیف کا پورا احساس نہیں ہوتا بخلاف کافر

سکے۔ کہ اس کی روح بدن کے ایک ایک رونگٹیں کی پناہ لیتی ہے اور اسے زبردستی کھینچا جاتا ہے تو وہ سختی اور شدت کے ساتھ اس طرح نکلی جاتی ہے جیسے بھیگی ہوئی روئی میں کانٹوں دار تار پیوست کر کے اسے کھینچا جائے کہ روئی کے ریشے بھی ساتھ کھینچ آئیں۔ العیاذ باللہ تو انکی عزیزہ نے کہا کہ تکلیف کافر کو ہوتی ہوگی۔ یہ مقولہ کس قدر مطابق حدیث نبویؐ ہے اور کیوں نہ اس کی تصدیق کی جائے یا اسی طرح حسب تحریر مولانا موصوف۔ ایک خادمہ کا مرض دق میں انتقال ہو رہا تھا اور اس نے نزع کے وقت دیکھا کہ یہ جو چاندی کی ڈور یہاں سے آسمان کو گئی ہے جس وقت یہ کٹ جائے گی اسی دم روح نکل جائیگی تو حقیقت یہ ہے کہ یہ اس روح کی شعاع تھی۔ حدیث میں ہے کہ جب روح نکلتی ہے تو مثل شعاع آفتاب ہوتی ہے اور اس میں سے مشک کی خوشبو سے بھی بہتر خوشبو پھوٹتی ہے۔ اس لئے اس خادمہ کو اپنی روح کا تار شعاع بصورت زنجیر نظر پڑا اور جب وہ زنجیر کٹ گئی تو روح نکل گئی۔ کیونکہ روح نکلتے ہی اُس کی زنجیر شعاع بھی نکل گئی۔ اور اب وہ مع اپنی شعاعوں کے ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جسے وہ جنتی کفنوں میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس لئے وہ شعاعی صورت کھلی نہیں رہتی۔ بلکہ ان کفنوں میں سمٹ آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کیفیت حدیث نبویؐ کی عین تصدیق ہے۔ اس لئے واجب التصدیق ہے۔ یا جیسا کہ مولانا موصوف نے تحریر فرمایا کہ انکی صالحہ عبادت گزار لڑکی نے جو ان کی اہلیہ کی عین وفات کے وقت اُن کے پاس بیٹھی تھی۔ ان کی اہلیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ امی کیا نزع کے وقت دم گھٹتا ہے؟ تو کہا کہ بس ذرہ محسوس ہوتا ہے کہ گرہ کھُل گئی اور روح روانہ ہوگئی۔ سبحان اللہ حدیث نبویؐ میں ہے کہ روح جب نزع کے وقت تمام بدن سے کھنچتی ہے تو مومن کو کچھ نہیں محسوس ہوتا۔ اس لئے بعض عین نزع کے وقت باہوش اور بشاش نظر آتے ہیں۔ البتہ جب حلقوم میں آتی ہے تو احساس ہوتا ہے اور وہ بھی تحیر کے ساتھ کہ یہ کہاں جا رہی ہے کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور سر سے نگاہ اوپر ہی کو اٹھی رہ جاتی ہے گویا تحیر کے ساتھ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس لئے بعد موت آنکھ بند کر دینے کا شریعت نے حکم دیا ہے اس لئے مرحومہ کا یہ کہہ دینا کہ بس ذرہ محسوس ہوتا ہے یہ حلقوم سے نکلنے کی وہی سچی کیفیت ہے جو حدیث میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ اور گرہ کھُل گئی یہ سر سے نکلنے کی کیفیت ہے کہ وہی وقت قبض روح کا ہوتا ہے اور اُسی آن روح روانہ ہو جاتی ہے اور ملک الموت اسے قبضہ لیتے ہیں۔ پس عام بدن سے ملائکہ علیہم السلام روح کھینچتے ہیں جسے نزع کہا جاتا ہے اور جب حلقوم تک آتی ہے تو یہی ملک الموت کے آنے کا وقت ہوتا ہے جو سر کی طرف بالین پر بیٹھ کر روح کو نہایت شفقت سے خطاب کرتے ہیں کہ:۔

اخرجي ايتها النفس الطيبة اخرجي
اخرجي الى رحمة الله یہی آخری سانس کا وقت
مومن کے لئے قدرے قدرے احساس کا ہوتا ہے اور
اسی کو قبض روح کہا جاتا ہے تو مرحومہ نے جو کچھ خواب
میں گزرا ہوا بتلایا یہی صاحب شریعت نے بھی ارشاد
فرمایا ہے تو کیسے اس خواب کی تصدیق نہ کی جائے اور
جبکہ مرحومہ کو کئی عزیزوں نے اچھی حالت میں دیکھا تو
یہ اطوء منام ہے جیسے تواطوء روایت کی تکذیب نہیں
کی جاسکتی ایسے ہی تواطو رؤیت کی تکذیب بھی ممکن
نہیں۔

مقامِ عبرت واعتبار :-

اسی طرح اپنا برزخی مقام عبرت و اعتبار کی روح
سے بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً واقعاتِ منام کو لے
لیجئے اور مرحوم کے اچھے احوال سامنے رکھ کر اس برزخی
چیز کو ان پر منطبق کیجئے۔ تو نتیجہ نکلے گا کہ ان اعمال نے
احوال تک انہیں پہنچایا۔ اس لئے بلحاظِ اعتبار آدمی کہہ
سکتا ہے کہ جب مجھے بھی ان ہی اعمال کی توفیق ہو رہی ہے
تو حق تعالیٰ کے فضل سے مجھے بھی امید رکھنی چاہیئے کہ
میرا برزخی مقام بھی ایسا ہی ہوگا جیسے مرحومہ مذکورہ بالا
کا ہوا۔

مشاہدہ عذابِ قبر :-

پانچواں طریق اطلاع عیاں و مشہور ہے۔ یعنی
حواس خمسہ کے ذریعے برزخ کی حالت محسوس کرادی جائے
خواہ مذکور آنکھ سے دیکھ کر یا کانوں سے مُردوں کی آوازیں
سُن کر من اللہ کسی کو عبرت دلانے کے لئے یہ مشاہدہ کرادیا جائے
جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ مدینہ کے درمیان ایک مقبرہ
سے گزرے تو ایک کریہہ المنظر شخص کو دیکھا کہ وہ قبر سے
باہر ہے اس کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور
گلے میں آتشیں زنجیر پڑی ہوئی ہے جیسے وہ کھینچ رہا ہے
اس نے چیخ کر کہا۔ اے عبداللہ پانی چھڑک دے۔ کہ معًا
ایک دوسرا شخص سامنے آیا کہ۔ اے عبداللہ ہرگز پانی
پانی نہ چھڑکنا اور پھر اُس آتشیں زنجیر نے اُسے زمین میں
جذب کر لیا یہ کفار کے مقام برزخی کا عینی مشاہدہ تھا۔
یا جیسے ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے
ایک قبر پر خیمہ لگایا اور اسے پتہ نہ تھا کہ یہ قبر ہے تو
اس میں سے

سورہ مُلک پڑھنے کی آواز آئی

جس پر حضورؐ نے اس سورۃ کے بارے میں فرمایا "ھی
المانعۃ ھی المنجیۃ" یہ عذاب برزخ کو روکنے
والی اور نجات دینے والی ہے تو یہاں میت کی آواز
کانوں سے سنی گئی۔ سلف میں سے ایک شخص نے ایک
قبر کو دیکھا کہ وہ آگ کا شعلہ بنی ہوئی ہے اور شیشہ کی
مانند ہے کہ اندر کی ساری آگ نظر آرہی ہے۔ جس کے
بیچ میں میت پھنسی ہوئی ہے (العیاذ باللہ) شہر میں
تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ ایک چنگی (مکاس) کی قبر
ہے جو آج ہی مرا ہے اس سے معذبین کا ایک برزخی مقام

عیاناً واقع ہوا۔

بروایت ابن قیم شعبی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں بدر کے مقام سے گزرا تو میں نے (قلیب بدر) میں دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلتا ہے کہ نکل بھاگے تو جب ہی ایک دوسرا شخص اسے گرز سے مارتا ہے جس سے وہ زمین میں اتر جاتا ہے پھر نکلنا چاہتا ہے تو پھر یہی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ ابوجہل ہے جو قیامت تک اسی عذاب میں مبتلا رہے گا جس سے اہل جہنم کا ایک مقام عیاناً ظاہر ہوا۔

سفیان کہتے ہیں کہ بروایت داؤد بن شاپور کے ابو قزعہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک قبر کے اندر سے ایک گدھے کی آواز سنائی دی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس میت کی ماں جب اس سے بولنا چاہتی تو اسے یہ کہا کرتا تھا کہ گدھے کی طرح تو بھی آواز نکال لے۔ اس لئے جب سے یہ مرا ہے تو اس کی قبر سے گدھے کی آواز آتی ہے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ وہ اپنی بہن کو دفن کرنے قبر میں اُترے، مگر نکلتے وقت اُن کی کوئی قیمتی متاع قبر میں رہ گئی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے ایک ساتھی کی معاونت سے قبر کھولی اور وہ پونجی مل گئی۔ اسے لیتے وقت ساتھی سے کہا کہ ذرا ٹھہرو میں دیکھوں کہ بہن کس حال میں ہے تو لحد کا ایک حصہ کھولا۔ دیکھا تو قبر آگ سے مشتعل ہے اسی وقت لحد اور قبر بند کر دی اور آکر ماں سے پوچھا کہ عمل میں اس بہن کا کیا حال تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ نماز بھی تاخیر سے پڑھتی تھی اور گمان غالب یہ ہے کہ اکثر بے وضو بھی پڑھ لیا کرتی تھی۔ اور پڑوسیوں کے گھروں کے دروازوں میں جا کر گھر والوں کی باتیں چوری چھپے نکال لانے کی عادی تھی۔ اس سے بے نماز اور غیروں کے رازوں کے تجسس کرنے والوں کا برزخی مقام معلوم ہوا۔

مرشد ابن حوشب لکھتے ہیں کہ میں یوسف بن عمرو کے پاس بیٹھا تھا اور ایک شخص ان کے پہلو میں تھا جس کے چہرے کا ایک حصہ سپاٹ ایک لوہے کی پلیٹ کی طرح تھا۔ یوسف ابن عمرو نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنا واقعہ مرشد سے بیان کردو تو اس نے بیان کیا کہ میں جوانی کے زمانے میں فحش باتوں میں مبتلا رہتا تھا کہ طاعون کی وبا پھیلی لوگ مرنے اور دفن ہونے لگے تو میں نے ایک شخص کی قبر کھودی اور خود ایک دوسری قبر پہ چڑھ کر بیٹھ گیا تو دیکھا کہ اونٹ کے برابر دو پرندے سفید رنگ کے مغرب کی طرف سے اُڑتے ہوئے آئے ایک اس میت کے سر کی طرف آگیا اور ایک پیروں کی طرف پھر ایک قبر میں اترا اور ایک باہر قبر کے منہ پہ کھڑا رہا تو میں اس واقعہ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس قبر کے کنارے کھڑا ہوا کہ یہ پرندے کیسے ہیں کیا کرتے ہیں تو میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ وہ پرندہ کہہ رہا تھا کہ تو وہی نہیں ہے جو سسرالی رشتہ داروں

سے بننے کے لئے دو قیمتی کپڑوں میں بڑی اترا ہٹ اور نخوت کے ساتھ چل کر جایا کرتا تھا تو میت نے کہا میں تو بہت کمزور آدمی ہوں۔ اس پر پرندے نے اس پر نہایت زور کی ضرب لگائی جس سے قبر میں ایک دم پانی اور تیل بھر گیا تھوڑی دیر میں جب قبر اصلی حالت میں آئی تو پرندہ نے پھر وہی کہہ کر پھر ضرب لگائی اور قبر کا وہی حال ہو گیا کہ اس میں پانی اور تیل بھر گیا یہاں تک کہ تین بار ایسی ہی ضرب پڑتی رہی اس سے فارغ ہو کر پرندوں نے سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا اور (غالباً دوسرے پرندے سے) کہا کہ دیکھ وہ کہاں بیٹھا ہوا ہے اور اس نے ایک طمانچہ کی ضرب میرے چہرہ پر لگائی جس سے میرے چہرہ کی ایک جانب کے سارے خدوخال مٹ کر یہ حصہ سپاٹ ہو کر لوہے جیسا ہو گیا اور میں اس وقت سے اسی حالت میں ہوں۔ اس سے جہاں معذبین کے برزخی مقام کا اندازہ ہوا۔ وہیں یہ بھی ثابت ہوا۔

"کہ بعض دفعہ اس برزخی مقام کے آثار دنیا تک بھی آجاتے ہیں اور عبرت لانے کے لئے زندوں کو بھی عذاب قبر دکھلا کر اس عذاب سے کچھ مزہ زندوں کو بھی چکھا دیا جاتا ہے۔"

"ابو اسحاق فزاری" کہتے ہیں کہ اُن سے ایک شخص نے ذکر کیا کہ میں قبریں کھودا کرتا تھا کہ میں نے بہت سے مُردوں کو دیکھا کہ ان کے چہرے قبلہ سے پھرے ہوئے ہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ اس کی علامت ہے کہ ان کی موت غیر سنت پر واقع ہوئی ہے یا وہ کبائر پر مُصر تھے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت نقل کی ہے کہ ایک قبر کھودنے والے سے پوچھا گیا کہ تو نے قبر کنی کے سلسلے میں کوئی عجیب بات بھی دیکھی۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کی قبر کھولی تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے سارے بدن میں کیلیں ٹھکی ہوئی ہیں اور سر میں ایک بہت بڑی میخ ٹھکی ہوئی ہے۔ اور ایک میت کی کھوپڑی دیکھی کہ اس میں سیسہ بھرا ہوا ہے۔ ان واقعات کی وجہ سے مجھے توبہ نصیب ہوئی۔ عبدالحمید بن محمود کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ذالصفاح کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے کفن دفن کا بندوبست کیا لحد جب بند کرنے لگے تو دیکھا کہ ایک عظیم الجثہ سیاہ سانپ قبر میں ہے جس نے پوری لحد کو اپنے جثہ سے بھر دیا ہے تو ہم نے ڈر کر دوسری قبر کھودی تو وہاں بھی وہی سانپ موجود ہے۔ تیسری کھودی تو وہاں بھی اس سانپ موجود پایا۔ آخر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ میت معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں چوری کیا کرتا تھا اس کے لئے محنت مت اٹھاؤ تم ساری زمین میں جہاں بھی قبر کھودو گے اس اس سانپ کو موجود پاؤ گے۔ لہٰذا اسے ان میں سے کسی قبر میں دفن کر دو۔

بہر حال یہ اور اس قسم کے ہزاروں ثابت شدہ

واقعات اس کے شاہد عدل ہیں کہ برزخی مقامات کبھی کبھی عیاناً بھی لوگوں کو دکھائے جاتے ہیں تاکہ دنیا ان سے عبرت حاصل کرے۔ اس قسم کے کئی واقعات میں نے خود اپنے بزرگوں سے اس دور کے بھی سنے ہیں کہ عذاب قبر اور برزخی مقام لوگوں نے بچشم خود دیکھا۔

دعا، و ایصال ثواب کا اجر:۔

روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ برزخی مقام دنیا والوں کی دعا و ایصال ثواب سے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

انعاماتِ الٰہیہ

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ه بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحِیْمِ ط وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا .... رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ط رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ط

خداوند علیم و خبیر نے اپنی نعمتوں کے ضمن میں اپنے انعامات کے ضمن میں سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے ماقبل کی آیت کریمہ میں ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط

انہی انعامات کے ضمن میں جن کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم گننا چاہو اللہ جل شانہٗ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے۔ انعاماتِ الٰہیہ میں سے، نعمائے ربی میں سے ایک نعمت ایک عظیم نعمت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، اُن کا وجود مبارک ان کا عفو و درگزر۔ ان کا جود و سخا اُن کا کرم اور اُن کی دعا کو بھی قرار دیا گیا ہے۔

فرمایا ایسے کریم تھے۔ یہ بھی فرمایا کہ میری رحمت ہے میں نے ابراہیم جیسا عظیم الشان نبی نسل انسانی کو عطا فرمایا، اور انسانیت کو مشرف فرمایا۔ اتنا وسیع الحلم شخص تھا کہ فرمایا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ط " فرمایا رب کریم! اس شہر ہی کو شہر امن قرار دیئے اور ظاہر ہے آپ کی یہ دعا اپنی ذات کے لئے اپنی اولاد کے لئے یا اپنے اہل خانہ کے لئے صرف اپنے عہدہ کے لئے نہ تھی بلکہ رہتی دنیا تک ساری انسانیت کے لئے اس عالم آب و گل میں ایک مامن اور ایک جائے امن اور ایک ایسا مقام جہاں دنیا بھر کی پریشانیوں، مصیبتوں دکھوں کا مداوا ہو سکے۔ جہاں انسان اپنی انسانیت کو پا سکے۔ جہاں نسل آدم اپنے پروردگار کے حضور حاضر ہو سکے۔ جہاں گم گشتہ انسان حقائق کو پا سکے۔ جہاں بھولا بھٹکا انسان سکون کا سانس لے سکے اور ہدایت نصیب ہو ایسا

مقام قرار دینے کی دعا فرمائی۔

فرمایا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا "اے اللہ اس شہر کو جائے امن بنا دے" وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ "اور مجھے اور میری اولاد کو اصنام پرستی سے علیحدہ کر" دو باتیں کہیں ہیں آپ نے۔ ایک بتوں کی پوجا سے اجتناب اور بتوں کی پوجا سے پناہ طلب کی ہے اللہ کریم سے اور دوسرا اس روئے زمین پر ایک جائے امن کو چاہا ہے الٰہ العلمین سے۔

یوں تو اللہ جل شانہٗ کی بنائی ہوئی اس دنیا میں جائے امن کا ملنا محال ہے۔ کیونکہ امن جو ہے وہ جنت کی خصوصیات میں سے ہے۔ جنت صرف ایسی جگہ ہے جو مظہر ہے رضائے باری کا اور وہاں کسی کو کسی قسم کا کوئی رنج یا دکھ نہیں ہوگا۔

خداوند کریم نے اپنے انعامات میں سے اپنے احسانات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دُعا کا بھی ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے عرض کی کہ بارالہا ایک گوشہ اس دنیا میں ایک خطہ ایک ٹکڑا ایک بستی ایک شہر ایسا بنا دے جو اپنے امن و سکون کی وجہ سے کسی طرح بھی جنت سے کم نہ ہو۔ اور واقعی رب کریم نے اُن کی اس دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ حرم مکہ کو جائے امن قرار دے دیا۔ ایسا مامن کہ جہاں کوئی جانور بھی دوسرے جانور پہ زیادتی نہیں کرتا۔ حرم کی حدود میں اگر درندہ بھی شکار کو بھگاتا ہوا داخل ہو جائے اور اس کا شکار حدِ حرم میں داخل ہو جائے تو درندہ شکار کو چھوڑ دیتا ہے جہاں کے درختوں کو کاٹنا حرام ہے۔ جہاں کے گھاس کی حفاظت ضروری ہے۔ ایسی جگہ خداوند عالم کو کتنی ہی عزیز ہے جس کے پتھروں سنگریزوں اور ریت پر کافر کو پاؤں رکھنے سے منع کر دیا۔ یقیناً جنت کافر کے لئے حرام ہے۔

ویسے ہی ارضِ حرم بھی کافر کے لئے حرام قرار دے دیا اور جہاں کفر نہیں ہوگا وہاں امن ہی ہوگا۔ کیونکہ ساری کی ساری تباہی سارے کی ساری مصیبت کفر کے سبب سے آتی ہے اور پھر اُس جگہ کو اپنی تجلیات ذاتی کا مہبط بنایا اپنے جمال کا آئینہ بنا دیا اُس مقام کو۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ نے ایک اور آیت کریمہ میں مذکور ہے کہ تعمیر کعبہ کے وقت جہاں بیت اللہ کی عظمت کے لئے دعا کی تھی۔ جہاں اس شہر کو شہر امن قرار دینے کی دعا کی تھی وہیں نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بھی دعا کی تھی۔ اور وہ ہستی دنیا میں مبعوث ہوئی جس کے رہنے کے لئے جس کے بسنے کے لئے واقعی جنت میں سے ایک خطہ زمین پہ اتارا گیا۔ بیت اللہ کی عظمت تو یہ ہے کہ اسے زمین سے منتخب کر کے رب کریم نے اپنی تجلیات کا مہبط بنایا اور اسے جنت نظیر قرار دے دیا۔ مامن قرار دیا ہر طرح کی آفات سے۔ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا جو اس میں داخل ہو گیا وہ ہر طرح سے مامون ہوا۔ لیکن عظمتِ پیامبرؐ یہ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ آپ کی خاطر واقعی جنت سے ایک ٹکڑا زمین پہ اتارا گیا

حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی ٹکڑے پہ تعبیر فرمایا گیا۔ اور حضور فرماتے ہیں ۔ مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ فرمایا میرے اس گھر اور ممبر کے درمیان جو خطہ زمین ہے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے ۔ اور علماء محققین نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے ۔ فرماتے ہیں یہ خطہ واقعی جنت سے زمین پر اتارا گیا جب قیامت قائم ہوگی تو اس خطہ زمین پر قیامت قائم نہیں ہوگی ۔ کیونکہ یہ ایک جنت کا حصہ ہے ۔ اسے واپس اٹھا کر اسی طرح جنت میں رکھ دیا جائے گا تو گویا جو شخص مدینہ منورہ جاتا ہے ۔ اور اس خطۂ زمین پہ پاؤں رکھتا ہے تو جنت میں ہوتا ہے یا جو شخص مکہ مکرمہ جاتا ہے بیت اللہ شریف کی حد میں حرم کی حد میں داخل ہوتا ہے تو وہ مامون ہوتا ہے اللہ کی طرف سے اور جائے امن ہیں ہوتا ہے ۔ لیکن ایک بات یاد رہے وہ بھی جائے امن ہے یہ بھی جائے امن لیکن شرط دونوں جگہ داخلے کی ہے وہاں حکم ہے مَنْ دَخَلَہٗ ۔ یہ مَنْ جو ہے یہ کامل انسان کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ شخص جس کا صرف وجود نہیں گیا بلکہ اُس کا وجود اُس کی روح اُس کا دل اس کا دماغ اُس کا ظاہر اور اُس کا باطن کامل طور پر جو وہاں پہنچا اب ایک شخص سفر کرتا ہے وہاں جاتا ہے ۔ غرض سیر و سیاحت ہے ۔ ایک شخص کی غرض شہرت طلبی ہے تو وہ وہاں گیا نہیں ایک شخص کا سر تو سجدے میں ہے وجود تو بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے لیکن دل دنیا میں غرق ہے تو وہ یہ توقع نہ رکھے کہ وہ مامون ہو گیا ۔ اُس نے امن کو پا لیا ۔ کیونکہ ۔ مَنْ دَخَلَہٗ ۔ مَن جو ہے یہ کامل انسان کو چاہتا ہے پورے کا پورا انسان اپنی خواہشات اپنی تمناؤں اپنی آرزوؤں سمیت اپنے دل سمیت اپنی روح سمیت جو وہاں پہنچا ۔ اور اگر کسی کا دل وہاں نہیں پہنچا اس جسم کو لے گیا ہے تو اُس نے کوئی بڑا کمال نہیں کیا ۔ کیونکہ محض جسم کو لے جانا وہاں ایک ظاہرًا وہ دار دنیا میں موجود ہے تو وہاں جانور بھی ملتے ہیں ۔ حیوان بھی ملتے ہیں ۔ درندے اور گھوڑے بھی ملتے ہیں ۔ کتے اور بلیاں بھی ملتی ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ان سب درندوں کو اُن سب جانوروں کو جنت نصیب ہو گئی ۔ یا اللہ جل شانہ کی تجلیات نصیب ہو گئیں یا امن نصیب ہو گیا ۔ ایسا نہیں کتے اور بلے کا امن یہی ہے کہ اسے دنیا میں وہاں ایذا نہ دی جائے ۔ جانور کے لئے امن یہی ہے کہ وہ بھوکا نہ رہے ۔ وہ پیٹ بھر لے اسے کوئی ایذا نہ دے ۔

اور جو انسان بھی اپنی انسانیت کو ایک طرف رکھ کر وجود کو وہاں لے گیا اسے وہاں بھی یہی کچھ حاصل ہوگا کہ وہاں جانے کی وجہ سے کسی حد تک احترام دنیا میں اُسے بھی حاصل ہو گیا ۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ یہ معجزات میں سے ہے اور حج کی کرامات میں سے ہے کہ کوئی شخص کبھی سفر حج کی وجہ سے مقروض نہیں ہوا ۔ یہ حج کی کرامات میں سے ہے کہ کوئی شخص دل سے جائے یا محض حاجی کہلانے کے لئے چلا

جائے۔ حج کے سفر کا کبھی کسی شخص پر قرض نہیں رہا۔ خداوند عالم ایسے اسباب پیدا کر دیتے ہیں کہ اگر کوئی قرض لے کر بھی جائے تو اس کا ہاتھ اتنا فراخ ہو جاتا ہے کہ وہ قرض سے اپنی گردن چھڑا لیتا ہے۔

لیکن حقیقی برکات جو ہیں وہاں کی اور جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے۔ اور جو تجلیاتِ باری کا کام ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

"جس نے حج کیا جو بیت اللہ شریف حرم میں داخل ہوا۔ جس نے اس مقام کا طواف کیا جس نے اس مقام کو دیکھا وہ شخص گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔"

اب اس کا اندازہ میں آپ کا نہیں کر سکتا۔ آپ میرا نہیں کر سکتے لیکن وہاں جا کر لوٹ آنے والا شخص خود اپنا اندازہ کر سکتا ہے۔

آپ دیکھیں ایک شخص حقہ پینے کا عادی نہیں ہے آپ اُسے حقہ پلائیں تو اُس کا سر چکرا جائے گا۔ ایک شخص کوئی چیز کھانے کا انسانی غذا میں سے اور وہ اُسے کھانے کا عادی نہ ہو وہ نہیں کھا سکتا۔ کتنی ایسی غذائیں ہیں دنیا میں مثلاً بنگال سے ایک فروٹ آتا ہے۔ یہاں پیتہ کتنی دفعہ بڑا اچھا فروٹ بھی ہے۔ دوستوں نے دیا لیکن میں نہیں کھا سکا۔ وہ کہتے ہیں اسے کھانے کے لئے ذائقہ بنانا پڑتا ہے کچھ دیر کھاتے رہو پھر عادی ہو جاؤ گے میں نے کہا بھئی اتنی فرصت نہیں ہے۔

تو جب گناہ سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے گویا اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا تو اس کا بہترین امتحان یہ ہے کہ پھر وہ گناہ کرتے ہوئے کانپ اٹھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ دلیری سے گناہ کی طرف نہیں جاتا۔ چونکہ اُس کی عادت اس کے دل سے مٹ چکی ہوتی ہے۔ کیونکہ اُس کی لوحِ قلب بالکل صاف ہو چکی ہوتی ہے تو پھر گناہ کی رغبت ختم ہو جاتی ہے۔ اور اگر بحیثیتِ انسان غلطی سرزد ہو جائے تو وہ روتا ہے چیختا ہے چلاتا ہے اُسے دکھ ہوتا ہے وہ گناہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔

لیکن اگر اس آنے جانے سے کوئی فرق نہ پڑے تو پھر وہ اسی طرح گیا جس طرح سے جانور وہاں جاتے ہیں اور اس کے حصے میں ویسی ہی برکات آئیں گی جتنی جانوروں کے حصے میں آتی ہیں۔ انہیں کچھ مادی فوائد مل جاتے ہیں انہیں کوئی مارتا پیٹتا نہیں ہے۔ انہیں پیٹ بھر کو کھانے کو مل جاتا ہے وہاں کوئی بھوکا نہیں رہتا۔

تو اسے لوگ حاجی بھی کہیں گے کسی حد تک عزت بھی کریں گے۔ لحاظ بھی کریں گے اور انشاء اللہ سفر حج کا اسے بہتر بدل خدا دے گا۔ اتنی دولت مل جائے گی وہ مقروض نہیں رہے گا۔ لیکن اصل بات جو چاہیئے تھی وہ تب حاصل ہو گی۔ مَنْ دَخَلَہٗ خود پورے کا پورا اس میں داخل ہو جائے۔

اور یہی سلسلہ تصوف وسلوک کا ہے۔ جن حضرات

کو خداوند عالم اپنے انوار و تجلیات اور برکات نصیب فرماتے ہیں یہ قوت و استعداد بخشتے ہیں کہ وہ دوسرے قلوب کو منور کرسکیں۔ وہ بھی جائے امن ہو جاتے ہیں۔ مشائخ عظام ہمیشہ جائے امن ہوا کرتے ہیں اور وہ تجلیات ذاتی جو بیت اللہ شریف پہ وارد ہوتی ہیں۔ اُن سے بھی قریب تر تجلیات اہل اللہ کے قلوب پہ وارد ہوتی ہیں۔

لیکن یاد رہے اُن برکات کے حصول کے لئے بھی شرط یہی ہے کہ آدمی اپنے دل کو لے کر اُن کے قدموں میں ڈال دے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کسی نیک آدمی کے پاس نیکی لینے کے لئے کم ہی جاتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے ہمیں کوئی سمجھ ہو وہاں کوئی نیک آدمی بستا ہے۔ اللہ کا مقرب ہے نیک ہے اللہ اللہ کرتا ہے۔ اُس کے پاس بھی ہم دنیا ہی لے کر جاتے ہیں۔ دین کی غرض لے کر بہت کم لوگ جاتے ہیں اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عموماً اہل اللہ دنیوی مسائل میں مبتلا رہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بالکل ایک طرف لگے ہوتے ہیں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم جیسا قابل تاجر کوئی نہیں تھا۔

آپؐ نے دو سفر تجارتی کیے اور دونوں مثالی تھے ان میں اتنا منافع کمایا لیکن ساری زندگی پوری زندگی کبھی دو وقت کھانا پیٹ بھر کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کھایا۔ پوری زندگی اپنے تریسٹھ مبارک برسوں میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ حضورؐ نے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ کیوں جب کمانے کی اہلیت باقی لوگوں کی نسبت زیادہ تھی پھر حضور کروڑ پتی کیوں نہ ہوئے اہلیت ہونا اور بات ہے اور وہ کام کرنا اور بات ہے باوجود اس تمام اہلیت و استعداد کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سارا وقت اللہ کے دین کی ترویج میں صرف ہوتا تھا۔ اور دنیوی امور کی طرف آپ نے التفات نہیں فرمایا۔

اسی طرح اہل اللہ جو ہیں یہ ایک طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اُن کا اکثر وقت اپنا اللہ کے لئے اللہ کی یاد کے لئے اللہ کے دین کے لئے خدا کے کاموں کے لئے رہ جاتا ہے اُن کے اپنے دنیاوی امور ادھورے پڑے ہوتے ہیں۔ ہم بھی ایسے عجیب لوگ ہیں کہ جو اپنی دنیا نہیں سنوار سکتے اُن کے پاس ہم اپنی دنیا لے جاتے ہیں کہ ہماری بھی سنوار کر دے دیجیئے۔ کتنی عجیب بات ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر ہم اُن لوگوں کے پاس پہنچتے ہیں جو بڑے دنیادار ہوتے ہیں جن کی اپنی دنیا خوب جمع ہو چکی ہوتی ہے تا۔ پھر ہم اُن کے پاس جاتے ہیں اور دنیادار سے دنیا حاصل کرنا محال ہے وہاں جو جاتا ہے کچھ دے کر ہی آتا ہے اپنے پلے سے۔ چونکہ انہیں ہماری نسبت دنیا زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ میرے بھائی! جو مکہ مکرمہ پہنچ سکتے ہیں انہیں یہ سفر اختیار کرنے سے پہلے ہزاروں روپے صرف کرنے سے پہلے اپنے دل کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیئے کیا ملتا ہے اور مجھے کیا لینے جانا ہے۔ لیکن خدا بڑا کریم ہے جو مکہ مکرمہ نہیں پہنچ سکتے وہ

کیا کریں ساری دنیا تو اتنا خرچ نہیں کر سکتی۔ ساری دنیا کے پاس تو اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ اتنی کثیر رقم خرچ کریں ایک عبادت کے لئے ایک رکن کے لئے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سفرِ حج کی قوت نہ رکھتا ہو اس کے لئے جمعہ کے لئے جامع مسجد تک چل کر جانا ہی حج کا بدل ہو گا۔ کتنا کرم ہے کتنی رحمت ہے کتنی بخشش ہے اور کتنے احسانات ہیں رب کریم کے۔ تو ہمیں مسجد جاتے ہوئے بھی یہ خیال ضرور ہونا چاہیئے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ۔ کسی کو زیب نہیں دیتا کہ مسجد میں پاؤں رکھے اور عظمت باری اُس پہ وارد نہ ہو۔ تو جو دل سے فیصلہ کر کے اٹھتے ہیں لوگ وہ وہی برکات چند قدم مسجد کی طرف اٹھا کر حاصل کر لیتے ہیں جو سینکڑوں میل کی مسافت طے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور جو بے نصیب اپنے دل کو صاف نہیں کر سکتے وہ مکہ مکرمہ کا سفر کر کے بھی ویسے ہی لوٹتے ہیں جیسے سفر کرنے سے پہلے تھے۔

یاد رہے ان تمام برکات کا مدار انسان کے دل اور اس کے دل کی کیفیات پر ہے۔ اسی لئے اس کے ساتھ ابراہیم خلیل اللہ نے دعا فرمائی:۔

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔

"اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے محفوظ فرما دے کہ ہم کبھی بتوں کی پوجا کریں۔ اب یہاں بڑی بات ہے کہ اللہ کا نبی بھی ہو اور بت پرستی کا ڈر بھی ہو۔ نبی تو بت پرستی مٹانے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ اس میں دو باتیں واضح فرمائیں ایک تو اپنا عجز و نیاز اللہ کے سامنے کہ میری عصمت میری یہ معصومیت بھی تیری عطا ہے۔ اگر تو ہی مجھے نہ بخشتا تو میں کہاں سے لیتا۔ اور دوسرے یہ کہ بت صرف پتھر کے نہیں ہوتے۔ سب سے زیادہ خطرناک بُت وہ ہوتے ہیں جن کی بظاہر کوئی صورت نہیں بنتی۔ پتھر کے بتوں کی پوجا سے بچنا آسان ہے لیکن خواہشات کی پرستش سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے چونکہ وہ مجسم ہو کر سامنے نہیں آتے۔

خداوند عالم فرماتے ہیں۔ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ۔ اے میرے حبیب آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ اب وہ لوگ کوئی خواہشات کے بُت بنا کر سامنے نہیں رکھتے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتا ہے انسان اللہ کا حکم چھوڑ دیتا ہے اور اپنے خواہش کی ضرور پوری کرتا ہے تو خداوند عالم نے اُسے بھی بُت کا پجاری قرار دیا ہے یہ اپنی خواہش کی پوجا کرتا ہے۔ اپنی ذات کی پرستش کرتا ہے۔ اپنے آپ کو پوجتا ہے۔

وہی بات جو میں پہلے عرض کر رہا ہوں اس کی طرف

اشارہ فرمایا۔ یہاں سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ نے کہ کعبہ میں بھی بت لے کر نہ جائے اگر کعبے میں جائے اور اللہ سے دین اور اس کی بخشش کے علاوہ خواہشات لے کر جائے اپنے آپ کو بڑا بنانے جائے اپنی شہرت لے کر جائے تو وہ گویا کعبے میں بھی بت پوجنے گیا ہے اپنے ساختہ بُت تو گھر سے اٹھا کر لے گیا تو جو بلھے شاہ نے کہا تھا نا۔

"تیری بغل دے وچ چور،، کہ تم باہر تلاش کرتے ہو اور چور تمہارے سینے کے اندر ہے تو جب تک دل میں سے بُتوں کو نکال کر نہ پھینکے جب تک دل کو اللہ کے لئے مختص نہ کرے جب تک دل کو اللہ کے لئے خالی نہ کرے۔ کہیں حبِ جاہ کا بُت رکھا ہو کہیں تکبر کا بُت ہو کہیں حسد کا بُت رکھا ہو۔ کہیں حُبِ مال کا بُت ہو کہیں خواہش اور نفس پرستی کا بُت رکھا ہو تو جس گھر میں اتنے بت رکھے ہوں وہاں اسلام اور خدا کی عبادت کیسے ہوگی۔

تو حضرت ابراہیمؑ کی دعا صرف پتھر کے بُتوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ مطلق بُت کے لئے کسی طرح کا کوئی بت ہی ہو اللہ اس کی عبادت سے مجھے اور میری اولاد کو محفوظ فرمائے۔

.... اور فرمایا رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۔ خدایا دنیا میں انسانوں کو ہمیشہ بت پرستی نے تباہ کیا۔ کسی نے درخت کا بُت بنا کر پوجا۔ کسی نے پتھر کا بنا کر پوجا۔ لیکن سب سے خطرناک بُت وہ تھا جو انسانوں نے اپنی خواہشات کا بنا کر پوجا وہ مجسّم نہیں ہوتا جس کی کوئی شکل نہیں ہوتی اور اسے پوجنے والا بہت کم اسے محسوس کرتا ہے کہ میں بُت پرستی میں مبتلا ہو چکا ہوں۔ یہ دعا فرمائی اور عجیب ادا سے فرمائی۔ اور فرمایا۔ جو بھی میری پیروی کرے اُسے تو میری ذات میں سے کر دے اس پر بھی وہی نعمتیں وہی رحمتیں اور وہی انعام فرما جو میری ذات پر تو نے فرمائے ہیں۔ وَمَنْ عَصَانِیْ اور جو میری بات نہ مانے اور جس بات سے منع کیا جائے اُسی بات میں مُبتلا ہو جائے فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ پھر بھی تُو تو غفور رحیم ہے اگر چاہے تو سب پر رحم فرما دے۔ کتنا کرم ہے آپ کی زبان میں کتنی عجیب بات ہے۔ فرمایا خدایا جو میری اطاعت کرے اتباع اختیار کرے جو نیکی کرے وہ تو میری ذات کا حصہ بن گیا وہ تو مُجھی میں سے وَمَنْ عَصَانِیْ لیکن جو میرے پیچھے نہ چلے برائی میں مبتلا ہو جائے پھر بھی وہ انسان ہے اور تو غفور رحیم ہے۔

یعنی اخلاق ابراہیمی یہ ہے کہ جہاں اپنوں کے لئے دعا کریں وہاں دوسروں کے لئے بھی بد دعا نہ کریں۔ نوعِ انسانی کا خدا سے بھلا چاہیں اب ہر ایک کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے لیکن مانگنے والے پر یہ لازم ہے کہ تمام لوگوں کے لئے اللہ سے کرم اور عفو و درگزر طلب کرے۔ یہاں بڑی عجیب دعا فرمائی۔ رَبَّنَآ اِنِّیْ اَسْكَنْتُ ...... عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ نے

جب سفر اختیار فرمایا بیت اللہ شریف کی سمت وہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ آپ مصر کے نواح میں کہیں تھے جب حکم ہوا کہ اپنی بیوی اور اس نوزائیدہ بچے کو آپ وہاں لیکر چلیں جہاں اللہ کا گھر تھا اور اسے دوبارہ تعمیر ہونا ہے بیت اللہ سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا پھر طوفانِ نوح میں ختم ہو گیا اور اس کے بعد طوفانِ نوح کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے انہیں بنیادوں پہ تعمیر فرمایا۔

تو جب آپ کو حکم ہوا تو آپ مائی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر چلے تو حضرت اسماعیل بہت چھوٹے سے بچے تھے۔ آپ بھی اس سرزمین سے واقف نہیں تھے۔ راتوں کو دنوں کو چلتے۔ منزلیں مارتے مفسرین لکھتے ہیں حضرت جبرائیل امین ہمراہ تھے تو جہاں کہیں سبزہ زار یا نخلستان راہ میں نظر آتا سیدنا ابراہیم خلیل اللہ پوچھتے کیا یہاں رُکنا ہے فرماتے نہیں آگے چلنا ہے۔ چلتے رہے۔ اب بھی وہ لق و دق صحرا پڑے ہیں۔ میلوں کیا سینکڑوں میلوں تک آبادیاں نظر نہیں آتیں وہ وقت تو بہت کم آبادی کا تھا۔ اور پھر یہ مکہ مکرمہ صحرا کے درمیان سنگلاخ پہاڑ کھڑے تھے جہاں کوئی ذی روح نہیں ملتا تھا۔ اور قریب قریب کوئی پانی کا چشمہ کوئی شے نہیں تھی کوئی سبزہ نہیں تھا۔ کوئی درخت نہیں اُگتا تھا یہاں سنگلاخ پہاڑ ہیں گھیرے ہوئے تو جب یہاں پہنچے کئی شبانہ روز سفر کے بعد اور یہاں مائی صاحبہ کو اُتارا چھوٹے سے بچے کو چھوٹا سا درخت تھا جو گھنا نہ تھا سایہ دار نہ تھا۔ پتلی سی جھاڑی سی تھی جس کے نیچے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مائی صاحبہ کو اُتارا۔ کچھ کھجوریں اور چھوٹا سا مشکیزہ پانی کا ساتھ انہیں دے کر خاموشی سے واپس گھوڑے پہ سوار ہونے لگے۔ تو مائی صاحبہ نے پوچھا یہ کیا آپ کئی دن رات چلتے رہے اور آبادیوں سے میلوں دور نکل آئے یہاں جنگل و بیابان میں لق و دق صحرا میں جہاں کوئی پرندہ بھی اڑتا دکھائی نہیں دیتا آپ ہمیں چھوڑ کر خود سواری پہ بیٹھنے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ اس میں کیا مصلحت ہے ہمیں یہاں کیوں چھوڑ رہے ہیں آپ۔ تو چند لفظ آپ نے فرمائے تھے۔ فرمایا اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے کتنے عجیب لوگ تھے۔ کتنے عجیب اور کتنے باکمال ایمان تھے اُن کے۔ فرمایا اگر میرے اللہ نے حکم دیا ہے تو وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

یہاں ہمارا یہ حال ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم ہستی قدم قدم پر اللہ کا حکم پہنچاتی ہے اور ہمارا دل ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں نا۔ ہم مانتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر مانتے تو اُس پہ عمل بھی کرتے جو عمل نہیں کرتا وہ کہتا ہے میں مانتا ہوں اس کے ماننے نہ ماننے کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیا دلیل ہے اس کے ماننے کی ایک شخص ہے وہ بتاتا ہے کہ یہ زہر ہے اور آپ اس کی بات مانتے ہیں اور کھانے کو بھی لپکتے

ہیں تو کیا آپ نے اس کی بات مانی۔ جن کاموں سے اللہ کا حبیب منع فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان کاموں سے اللہ ناراض ہوگا، اس سے شامت آئے گی۔ تمہاری میری ذات سے دور کر دیے جاؤ گے۔ میری رحمتوں سے ہٹا دیے جاؤ گے۔ تمہیں میرے دروازے پہ کوئی نہیں آنے دے گا۔ اور ہم کہتے ہیں نہیں ہم حضورؐ کے عاشق بھی ہیں آپ کو مانتے بھی ہیں۔ آپ کی بات بھی مانتے ہیں لیکن کام وہی کرتے ہیں جس کے بارے میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ یہ کام تجھے مجھ سے دور کر دے گا۔ اس نے کیا مانا۔ مانا تو انہوں نے جنہوں نے کہا کہ بظاہر تو یہاں بچنے کا کوئی سبب نہیں ہے پرندہ تک نہیں اڑتا یہاں درخت نہیں ہیں کوئی پھل نہیں ہے کھانے کو۔ پینے کا پانی تک نہیں ہے۔ لیکن اے اللہ کے نبیؑ جب آپ فرماتے ہیں کہ خدا نے حکم دیا ہے یہاں چھوڑنے کا۔ تو خدا یقیناً ہمیں یہاں ضائع نہیں کرے گا۔

وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ وہ مسبب الاسباب ہے۔ وہ اسباب خود پیدا فرماتا ہے۔ آپ چھوڑ کر چلے لیکن شفقت پدری اور وہ محبت جو اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ تھی وہ شفقت اپنے اکلوتے بیٹے اور ننھے منھے بیٹے کے ساتھ تھی جو بڑھاپے میں اللہ کی عطا سے نصیب ہوا وہ تو دل میں ہی تھی وہاں سے تو چلے اُن کے سامنے سے تو جب پہاڑی سے اوجھل ہونے لگے کہ وہ نہ دیکھیں وہاں رُک گئے اور پھر وہاں دعا کی اور بڑی عجیب دعا کی فرماتے ہیں۔ رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ۔

بات اکیلے کر رہے ہیں لیکن پکارتے سب کے رب کو ہیں۔ اے میرے رب اے میری بیوی کے رب اے میرے بچے کے رب اے ہم سب کے رب۔ رب العٰلمین کی رحمت کو دعوت دیتے ہیں تو سب کا رب کہہ کر پکارتے ہیں۔ رَبَّنَا۔ اے ہمارے رب!

اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ . . . . زَرْعٍ میں نے اپنی اولاد کو اپنی بیوی کو اپنے بچے کو ایسی وادی میں چھوڑ دیا ہے جس میں زراعت کا نام نہیں ہے۔ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ جہاں کوئی چیز اُگ سکتی ہی نہیں ہے۔ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ تیرے محترم و معزز اور بزرگ گھر کے قریب رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ خدایا صرف اس لئے صرف اس لئے کہ تیرے حکم کی تعمیل ہو اور لوگ تجھے یاد کریں اور بنی نوع انسان کے دل تیری عبادت سے آشنا ہوں۔ اور تیرے لئے نماز قائم ہو۔ تیری عبادت لوگوں کو نصیب ہو اور لوگوں کے دل تیری رحمت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور ایک قبلہ اس روئے زمین پر از سرِ نو آباد ہو جائے۔ تاکہ بچھڑی ہوئی مخلوق تیرے دروازے تک پہنچ سکے۔

خدایا میں نے تو یہ کر دیا لیکن میں ایک باپ بھی ہوں۔ شفقت پدری بھی ہے۔ میں ایک خاوند بھی ہوں اور مجھے بیوی کا فکر بھی ہے۔ خدایا اجاڑ جگہ ہے لیکن تو قادر ہے .... فَاجْعَلْ .... تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ خدایا اپنی مخلوق کے دلوں کو اس کی طرف پھیر دے۔ وَارْزُقْھُمْ

مِّنَ الثَّمَرَاتِ ۔ اور خدایا انہیں پھل عطا فرما کثرت سے ۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ہ تاکہ یہ تمہارا شکر ادا کریں ۔

دیکھیں وہاں جا کر اس دُعا کے اثر کا پتہ چلتا ہے صدیاں بیت گئیں ۔ زمانے بیت گئے کتنے دور آئے اور چلے گئے ۔ کتنی حکومتیں آئیں اور چلی گئیں لیکن روئے زمین کے کسی انسان کو دیکھیں تو وہ وہاں بے تابانہ دوڑ رہا ہے دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک اللہ کی مخلوق پروانہ وار کھچی چلی آتی ہے ۔ وہ جگہ جہاں کبھی کوئی پرندہ نہیں گزرا کرتا تھا وہ اتنی آباد ہے کہ اتنے انسان روئے زمین پر بیک وقت کسی دوسری جگہ جمع ہوتے ہی نہیں ہیں سمندر ہے انسانوں کا ہر نسل کے ہر رنگ کے ہر ملک کے ہر دیس کے لوگ اور پھر کیسی دعا فرمائی ۔ دعا فرما سکتے تھے یا اللہ اس زمین کو زرعی بنا دے ۔ انہیں کھیتی عطا کر یا انہیں درخت لگوا دے ۔ فرمایا ۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ انہیں اس محنت سے بچا ۔ نہ یہ کھیتی باڑی کریں نہ درخت لگائیں ۔ انہیں پکے پکائے پھل دے یا اللہ ۔ رب کریم جب انہیں ہے تو انہیں پھل عطا کر ۔

تو اللہ کی شان ہے دنیا میں کوئی چیز جو انسان کے کھانے کے کام آتی ہے وہ ہر وقت وہاں ملتی ہے آپ اندازہ کریں کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب ایک دن میں بیک وقت پینتیس چالیس لاکھ انسان وہاں باہر کے ہوتے ہیں اور شہر کی اپنی آبادی بھی ہے ۔ اب چالیس لاکھ انسان اگر کوئی ایک فروٹ کھانا چاہیں تو کیا وہ پورا ہو سکتا ہے فوراً اُسی جگہ چالیس لاکھ انسان بیٹھ کر پیشاب کریں تو دریا بن جاتا ہے لیکن کمال ہے وہاں صرف فروٹ ہی نہیں ملتا بلکہ دنیا کا ہر پھل ملتا ہے اور اس کا کوئی دانہ کبھی خراب نہیں ہوتا ہر دانے پر انگور ہوگا تو ہر خوشے پر مالٹا ، سنگترہ ، ناشپاتی ہوگی تو ہر دانے پر کیلا ہو ہوگا تو ہر دانے پر مہر لگی ہوگی کہ بیچنے والا ذمہ دار ہے آپ کھولیں ٹھیک ہوگا اور موسم کی کوئی قید نہیں ۔

ہم نے وہاں سردیوں میں آم کھائے ہیں آم کا سردی میں بھلا کیا کام لیکن وہاں ملتا ہے ۔ کسی موسم میں کوئی شے آپ کھانا چاہیں وہاں موسم کی قید نہیں ہے ۔

اور کمال یہ ہے فرمایا : وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ اللہ انہیں پھل عطا فرما ۔ انہیں اس ساری مشقت سے بچا یہ زراعت کریں اور زمینیں بنائیں پانی لگائیں اور درختوں کی حفاظت کریں پھر جا کر پھل آئے اور صدیوں بعد نہیں انہیں پکے پکائے پھل دے خداوند عالم نے ایسا قبول فرمایا اس دُعا کو کہ وہاں دن رات کوئی وقت نہیں ہے کسی وقت آپ چاہیں مل سکتے ہیں کسی جگہ چاہیں مل سکتے ہیں جتنی تعداد میں چاہیں مل سکتے ہیں اور کبھی کوئی خراب نہیں ہوگا ۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ

ــــ ــــ ــــ

ایک لمحۂ فکریہ

(اُمِّ ریحان)

"قریب آگیا ہے لوگوں کے حساب کا وقت اور وہ ہیں کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس جو تازہ نصیحت بھی ان کے رب کی طرف سے آتی ہے۔ اس کو بتکلف سنتے ہیں۔ اور کھیل میں پڑے ہیں دل اُن کے دوسری ہی فکروں میں منہمک ہیں۔" (پ ۱۷ : سورۃ الانبیاء)

مندرجہ بالا ترجمہ سورہ انبیاء کی شروع کی آیات کا ہے۔ الحمد للہ کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان ہونے کے سبب ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھیں۔ اس کے رسول پر ایمان لائیں اور اس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و سلم پر نازل کی۔ اور ان تمام تعلیمات کو سمجھیں اور عمل کریں جو آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچیں۔ اگر خدانخواستہ ہم اس پر عمل کرنے سے قاصر رہے تو ہمیں اس بات کا یقین بھی ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ کیونکہ ہم یوم آخرت یعنی جزا و سزا کے دن پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بے شک بڑا رحیم و کریم ہے۔ اور بہت زیادہ درگذر کرنے والا ہے۔ اور اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ موقع دیتا ہے کہ سنبھل جائیں۔ لیکن اگر ہم بدقسمتی سے اس کے احکام نظرانداز کرتے رہے اور کھلم کھلا اس کی مخالفت پر تُل جائیں تو ہمیں اس وقت سے ڈرنا چاہیئے جب کہ اللہ کی گرفت ہم پر سخت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت سے محفوظ رکھے۔

سنّتُ اللہ

اللہ تعالیٰ کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے اپنے نیک بندے یعنی رسول، پیغمبر دنیا میں بھیجتا رہا ہے۔ اور اپنی کتابوں کے ذریعے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا طریقہ اور دنیا میں زندگی بسر کرنے کے طریقے بتاتا رہا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ یہ ہوا کہ اس کی زندگی میں اور اس کے کچھ عرصہ بعد تک اس کے ماننے والے صحیح راہ پر چلتے رہے۔ رفتہ رفتہ اس کی تعلیمات میں اپنی خواہش کے مطابق ردوبدل کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسی دوسرے پیغمبر کے ذریعے

ان کی اصلاح کی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تک جاری رہا۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ ہماری رہنمائی کے لئے اللہ کی کتاب قرآن مجید اور آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ ان کے بعد آپؐ کے صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کا طرزِ عمل باقی رہ گیا ہے۔

محاسبۂ نفس

آئیں دیکھیں کہ ہم مسلمان ہونے کے باوجود کس حد تک اس پر عمل کر رہے ہیں۔

جب آنحضرتؐ نے اسلام کی دعوت دی جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کفارِ مکہ نے مختلف ذریعوں اور دلیلوں سے آپ کی مخالفت کی۔ ایک دلیل وہ یہ بھی دیتے تھے کہ ہمارے جیسا شخص جو کھاتا پیتا بھی ہے۔ بیوی بچے بھی رکھتا ہے۔ کس طرح نبی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو یہ دلیل خود کافروں کے خلاف جاتی ہے۔ اگر اللہ کا رسول کوئی فرشتہ ہوتا تو انسان بڑی آسانی سے یہ کہہ کر بری الذمہ ہو جاتا۔ کہ یہ تو فرشتہ ہے نہ اسے بھوک لگتی ہے نہ پیاس لگتی ہے۔ نہ اس کے بیوی بچے ہیں۔ نہ اس پر دنیا کی کوئی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا اس کے لئے سارے وقت اللہ کا ذکر کرنا، نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا اور دوسرے احکامات پر عمل کرنا کیا مشکل ہے۔ ہمارے ساتھ تو دنیا کے ہزاروں دھندے لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے بیوی بچے بھی ہیں۔ ہمیں بھوک پیاس بھی لگتی ہے۔ روزی بھی کمانا ہے۔ پھر موسمی حالات اور کمزوریاں بھی ہیں۔ ہم سب سے مذہب پر عمل ممکن نہیں۔ چلئے چھٹی ہوئی اب جو دل چاہے کیجئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ اور ہم سے کہیں زیادہ وسیع علم کا مالک ہے۔ اس نے ایک ہی بندہ کے ذریعے اپنا پیغام اپنے بندوں تک پہنچایا۔ اور اس نیک بندے آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کر کے دکھایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام ایک مافوق الفطرت مذہب نہیں ہے بلکہ ایسا مذہب ہے جس پر اللہ کے بندے آسانی سے عمل کر سکتے ہیں آنحضرتؐ کی زندگی مبارک میں خوشی کے مواقع بھی آئے اور غم کے بھی۔ آپؐ نے امن وسکون کی حالت میں بھی زندگی بسر کی اور جنگ کے زمانہ میں بھی اللہ کے احکام پر عمل کیا۔ آپؐ نے سردی، گرمی کے موسم بھی گذارے ہیں۔ آپ نے بیوی بچوں کے ساتھ عزیزوں، دوستوں دشمنوں کے درمیان زندگی گذاری ہے اور ہر موقع پر اللہ کے احکامات کی پابندی کی۔ ان کی پوری زندگی ہمارے سامنے آئینہ کی طرح پاک وصاف ہے۔ کوئی پہلو پوشیدہ نہیں۔ کسی پہلو پر اعتراض کی گنجائش نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم جو آنحضرتؐ کے پیروکار ہیں۔ ان کے مطابق زندگی بسر نہ کر سکیں۔

دیکھئے جب ہم کسی کو اپنا لیڈر رہنما یا پیشوا مان

لیتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس کے رنگ میں ڈھل جائیں۔ دور کیوں جائیے ابھی کچھ عرصہ پہلے بھٹو صاحب ہمارے سیاسی لیڈر تھے۔ انہوں نے آستین، گلے کے بٹن کھلے رکھے تو لڑکوں نے بھی یہی طرز اپنا لیا۔ ابھی کوئی فلمی ہیرو یا ہیروئن نئے انداز کے کپڑے اور نئے انداز کے بال بنائے تو پورے ملک میں وہی فیشن نظر آتا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنے محبوب کے رنگ میں رنگنا چاہتا ہے۔

قول و فعل میں تضاد

جبکہ آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیڈر ہیں۔ ہمارے پیشوا ہیں۔ ہم ان کے نام پر جانیں قربان کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم جشن عید میلاد النبی جوش و خروش سے مناتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت اس طرح نہیں کرتے جس طرح آپؐ کرتے تھے۔ ہم شادی بیاہ اس طریقہ سے نہیں کرتے جس طرح آپ کرتے تھے۔ ہم رنج و غم کے موقع پر اُن کا سا طرز عمل اختیار نہیں کرتے ہم عزیزوں، دوستوں دشمنوں سے ویسا سلوک نہیں کرتے جیسا آپ کرتے تھے۔

حضورؐ کا اتباع زندگی کو آسان بنادیتا ہے

اگر ہم اپنی شادی بیاہ کی تقریبات اور رنج و غم کی محفلیں آنحضرتؐ کے طرز عمل کے مطابق ڈھال لیں۔ ہم اپنے عمل سے ظاہر کریں کہ یا رسول اللہ ہم آپؐ کے اُمتی ہیں۔ ہم آپ کے پیروکار۔ ہم اپنا ہر عمل اسی طرح کریں گے جس طرح آپ کرتے تھے۔ تو یہ "ہم خرما و ہم ثواب" والی بات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے خوش ہوگا اور اس کا رسولؐ بھی۔ اور ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اسی سے راضی ہو۔

رسوم و رواج سراسر دلدل ہے

اب ہماری شادی بیاہ کی تقریبات ہی دیکھ لیجئے۔ ہم نے اس کام کو اس قدر مشکل بنا لیا ہے کہ ایک سنت ادا کرنا جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ نکاح میری سنت ہے، جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ہم نے غیر ضروری رسموں کا بوجھ اپنے گلے ڈال دیا ہے نکاح سے کئی دن پہلے مختلف قسم کی رسمیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس پر جو خرچ ہوتا ہے اور جو طوفان بدتمیزی بپا ہوتا ہے۔ کیا ہمارا خدا اور ہمارا رسولؐ اس سے خوش ہوتے ہوں گے جس میں نہ نمازوں کا خیال رہتا ہے نہ پردے کی حدود کی پابندی۔ اور پھر ستم یہ کہ جس گھر شادی ہو رہی ہے وہ تو فضول خرچی کرتے ہی ہیں۔ دوسرے عزیز رشتہ دار، دوست و احباب بھی شرماشرمی زیر بار ہوتے ہیں۔ شادی میں شرکت کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا، یا اسی شہر میں اپنے گھر سے شادی والے گھر جانا اور تحفہ تحائف۔ کیا یہ ظلم نہیں اپنے ساتھ بھی اور دوسروں کے ساتھ بھی۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا

کہ ہم اپنے ارمان پورے کرنے کے لئے رسم ورواج میں کچھ تبدیلی لے آئیں۔ بے شک آپ مہندی بھی کیجئے اور مہندی بھی۔ مگر صرف اپنے گھر میں۔ کیونکہ اس موقع پر یقیناً آپ کے عزیز ضرور جمع ہو گئے ہوں گے۔ آپ ان کے ساتھ مل کر گھر پر ہی یہ رسم ادا کیجئے۔ اگر آپ رسموں پر اتنے ہی فریفتہ ہیں عزیزوں کی خاطر تواضع کیجئے۔ کیا ضروری ہے کہ اگر آپ لڑکے والے ہیں تو لڑکی کے گھر مہندی لے کر جائیں۔ یا لڑکی والے ہیں لڑکے کے گھر ہنگامہ کریں۔ ہم سب کو اس بات کا علم ہے کہ شہروں میں بھی رکشہ ٹیکسی کا حاصل کرنا کتنا مسئلہ ہے۔ اور ایک غیر ضروری رسم کی خاطر مردوں کو کس قدر بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے۔ مگر ان بیچاروں میں بھی اتنی ہمت نہیں کہ عورتوں کو سمجھا سکیں۔ اگر آپ عقلمندی سے کام لیتے ہوئے اور ایک سنت پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتے ہوئے اپنی تقریب کو اسلامی رنگ دے دیں تو دنیا بھر کی مصیبتوں اور بے جا خرچ سے نجات مل جائے۔ اور ثواب الگ رہا۔

نمائش کا جذبہ

اسی طرح خدانخواستہ کسی غم کا سامنا کرنا پڑا تو آپ آنحضرتؐ کا طرزِ عمل دیکھئے۔ کہ انہوں نے اس موقع پر کیا کیا۔ کیا انہوں نے پلاؤ کی دیگیں تیار کیں۔ کیا انہوں نے دسواں چہلم، برسی دھوم دھام سے منائی۔ بے شک آپ آنحضرتؐ نے ایصالِ ثواب کی اجازت دی ہے۔ آپ بھی کسی وقت بھی کوئی نیک کام کر کے مرنے والے کو ایصالِ ثواب کر دیجئے۔ ہر وقت مبارک ہے ہر گھڑی مبارک ہے جب آپ کا دل چاہے قرآن پاک پڑھئے اور ثواب پہنچایئے کیا ضروری ہے کہ آپ تمام برادری کو جمع کر کے دیگیں پکوائیں اچھے خاصے کھاتے پیتے لوگوں کو کھلا کر کوئی فائدہ بھی نہیں یہی کھانا آپ کسی غریب، یتیم کو کھلایئے۔ یہ برادری والے تو کھائیں گے بھی اور نام بھی رکھیں گے۔ کہ انتظام اچھا نہیں تھا۔ اور کھانا مزیدار نہیں تھا۔ غرضکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ہمارا دستور ہے۔ یا برادری والے برا منائیں گے۔ دیکھئے نا جب آنحضرتؐ نے اسلام کی دعوت دی تو کفار نے یہی کہا کہ بتوں کو پوجنا ہمارا دستور ہے۔ ہمارے باپ دادا یہی کرتے چلے آئے ہیں۔ اب ہم انہیں کیسے چھوڑ دیں۔ اگر ایک غلط کام ہوتا رہا ہے تو کیا ضروری ہے کہ آپ بھی اسے جاری رکھیں۔ جب کہ آپ کے سامنے صحیح طریقہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر غلط رسم ورواج کو چھوڑتے پر عزیز رشتہ دار، برادری والے ناراض ہوتے ہیں تو ہونے دیجئے۔ کیا آپ برادری کی خاطر خدا اور اس کے رسول کو ناراض کرنا پسند کریں گے۔ اگر نہیں تو خدا اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کیجئے۔ لیجئے آپ کا دنیاوی فائدہ بھی ہو گیا اور ثواب بھی ہاتھ سے نہیں گیا۔

یاد رکھئے اگر ہم اپنا طرزِ عمل نہیں بدلیں گے۔ تو اللہ اور اس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ڈھیل دے رہا ہے جیسا کہ سورۂ انبیاء میں ہے۔

"قریب آگیا ہے قوموں کے حساب کا وقت اور

وہ ہیں غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں ۔ "
(سورۃ الانبیاء : پ۱۷)

قرآن پاک میں اور بھی قوموں کی تباہی کے عبرتناک واقعات بیان کئے گئے ہیں ۔ اور وہ اسی لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ہم اس سے سبق حاصل کریں ۔

ہماری زندگی میں آئے دن کی پریشانیاں، روپیہ پیسے کی بے برکتی عزیزوں، رشتہ داروں میں بغض عداوت اور مجموعی طور مسلمانوں کی دوسری قوموں سے ذلت رسوائی اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم نے خدا اور رسولؐ کے احکامات پر عمل چھوڑ دیا ہے ۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ استغفار کر کے اس کے احکامات پر عمل شروع کر دیں ۔ جیسا کہ سورۃ حدید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

" کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اسی کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں ۔"

اگر ہم اپنا طرز عمل نہیں بدلتے تو اللہ تعالیٰ اس وقت محفوظ رکھے جب اس کی گرفت ہم پر تنگ ہو جائے اس کی گرفت سے کوئی بچانے والا نہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا رحم و کرم فرمائے

(آمین)

درود شریف کی فضیلت

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ (القرآن الحکیم)

" بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پاک پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی نبی پاکؐ پر درود و سلام بھیجو ۔"

قدرت کے کرشمے

ابو الصغیر ایم اے

شکرِ نعمت :-

سرزمین تبوک بھی وہ قطعہ ارضی ہے جس کو سردارِ انبیاءؐ حضرت محمدؐ اور آپؐ کی معیت میں ۳۰ ہزار صحابہ کرامؓ کی قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جہاں جہاں تک سرکارِ دو عالمؐ کے قدموں کی رسائی ہوئی ہے وہاں سے ہدایت کے چشمے پھوٹے ہیں جنہوں نے کفر و شرک کے ویرانوں کو سیراب کر کے تنویرِ ہدایت و معرفت کے گلزاروں میں تبدیل کر دیا۔ کس زبان سے یہ ناکارہ و بدکار اس ذات کبریا کا شکریہ ادا کرے جس نے اس مقدس دھرتی پر رہنے کا موقع فراہم کیا۔ جس دن میں یہاں پہنچا اسی روز خداوند قدوس نے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے ذاکرین و شاغلین میں جوڑ پیدا کر دیا اور سب کو مل کر اپنا بابرکت نام لینے کی توفیق عطا فرما دی۔ یہ بھی اس ذات اقدس کا انتہائی کرم ہے کہ اس نے میرے جیسے کمزور اور سست آدمی کو اچھے ساتھی ملا دیئے جن کی معیت میں مجھے بھی صبح و شام اجتماعی معمول کرنے کی سعادت حاصل ہونے لگی۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ حافظ غلام قادری صاحب کا مکتوب گرامی جو تلقین و ارشادات کا مجموعہ تھا موصول ہوا۔ اور اس کے ساتھ مجھے یقین ہو گیا کہ حافظ صاحب انشاء اللہ جنت الفردوس تک میرا تعاقب کریں گے اور درمیان میں کہیں رُکنے نہیں دیں گے، کیونکہ حافظ صاحب نے نہ مجھے بہاولپور کی سرحدوں پر معاف کیا نہ سکردو کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر نہ ایبٹ آباد کے سبزہ زاروں میں اور نہ ارض مقدس کے نوراتی لالہ زاروں میں، دراصل اللہ پاکؐ نے اُن کے دل میں دین کا درد پیدا کر دیا ہے اور ان کی یہ کوشش ہے کہ سارے ساتھی دین کی اشاعت کے لئے ہر وقت متحرک رہیں۔

اثرِ محبتِ شیخ :-

پہلی فرصت میں سلسلہ کے شیخ و استاذ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ جواباً حضرت نے ذکر و فکر کی پابندی، شریعت کی پابندی اور اللہ کے بندوں کو دین اسلام سے وابستہ کرنے کی خصوصی تلقین فرمائی۔ حضرت کی دعا، توجہ اور فیض شفیقانہ سے اللہ پاک نے کافی دوستوں کو ذکر و فکر کی توفیق عطا فرما دی۔ دور دراز سے ساتھی چل کر ذکر و فکر کی مجلس میں شرکت کرنے لگے۔ جنوری

۱۹۸۶ء میں حضرت مولانا صاحب کا عمرے اور زیارات کا پروگرام بنا تو حضرت کرنل صاحب جو ٹوٹے ہوئے دلوں میں دوبارہ جوڑ پیدا کرانے کے ماہر ہیں ہمیں کیسے نظر انداز کر دیتے۔ انہوں نے کسی طریقہ سے ہم سے رابطہ قائم کر لیا، اور ہم لوگوں کو حضرت کی معیت میں چند دن حرمین شریفین میں گذارنے کا موقع فراہم کر دیا۔

الدال علی الخیر کفاعلہ

"بھلائی اور نیکی کی طرف بلانے والا کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔"

یقیناً رب نے ہماری راہنمائی کرنے کے بدلے میں اُن کو ہم سے بڑھ کر اجر عطا فرما دیا ہوگا۔ تبوک کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے متعدد مقامات سے کئی راہ حق کے متلاشی حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے حضرت سے قلبی اور روحانی رابطہ پیدا کر کے اپنی شخصیت کی تعمیر اور روحانیت کی جلا کی تدبیر کی۔ حضرت نے صبح و شام خصوصی توجہ دی کسی کو محروم نہیں کیا۔ باقی طلب، ظرف اور استعداد و صلاحیت ہر ایک کی اپنی اپنی ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عموماً باب جبرائیل کے ساتھ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے قریب تمام ساتھیوں کی معیت میں نماز مغرب ادا کرتے رہے ہیں، وہاں بیٹھے ہوئے میرے ذہن میں قدرت کا وہ عجیب و غریب کرشمہ چکر لگانے لگا، کہ قادر مطلق خدا نے اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے جسم اطہر کی دین اسلام کے دشمنوں سے کس طرح حفاظت کی۔

عیسائی فتنہ کا تدارک :-

نورالدین زنگی کے دور میں جب اہل صلیب اپنے مذہبی پیشوا سے جنتی سرٹیفکیٹ لیکر مسلمانوں اور اسلام کو مٹانے کے لئے ہر قسم کی کاروائیاں کر رہے تھے۔ ان میں سے چند اہل صلیب مسلمانوں کے رُوپ میں حرم رسول میں پہنچ گئے۔ انہوں نے روضۂ اطہر کے سامنے کچھ فاصلے پر رباطِ عثمان پر خیمہ لگا دیا۔ اور زاہدوں اور فقیروں کا سارُوپ انہوں نے دھار لیا، اس دور میں حرمین شریفین سلطان نورالدین زنگی کی سلطنت کا حصہ تھا۔ ایک رات نورالدین زنگی کو خواب میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور دوران خواب آپؐ نے نورالدین زنگی کو فرمایا کہ جس طرح اہل صلیب تجھے تنگ کر رہے ہیں یہ نیلی آنکھوں والے مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں، نورالدین زنگی نہایت سرعت کے ساتھ مدینۃ الرسولؐ میں پہنچا، اس نے گورنر کو حکم دیا کہ ایک وسیع دسترخوان کا بندوبست کیا جائے اور اہل مدینہ کو حکم دیں کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو اس دسترخوان پر حاضر نہ ہو۔ چنانچہ یہ سب کچھ ہوا، نورالدین بڑے غور سے ایک ایک آدمی کو دیکھتا رہا لیکن وہ نیلی آنکھوں والے، جو خواب میں اسے دکھائے گئے تھے، وہ نظر نہ آئے، تو اُس نے دریافت کیا کہ کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو دسترخوان پر نہیں آیا، تو اُس پر کسی نے کہا کہ چند درویش رباطِ عثمان پر خیمہ زن

ہیں اور وہ وہاں اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔ دنیا کے ساتھ ان کی کوئی غرض نہیں، وہ نہیں آتے، نور الدین اُن کے پاس پہنچا اور اُن کے خیمے کی تلاشی لی۔ تو وہاں ایک گہری سرنگ مل گئی، نور الدین نے ان کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ یہ لوگ رات کی تاریکی میں اس سرنگ کی کھدائی کرتے اور مٹی جنت البقیع میں بکھیر کر آجاتے اور کافی عرصہ سے انہوں نے یہ کام شروع کیا ہوا تھا۔ اُن کا اصل مقصد آنحضرتؐ کے جسم اطہر کو یہاں سے منتقل کر لینے کا تھا۔ نور الدین زنگی اس سرنگ میں اترا۔ اور چلتے چلتے آنحضرتؐ کے مبارک قدموں تک پہنچ گیا۔ آپ کے انتقال کے بعد کئی صدیاں بیت گئیں اور پھر اللہ نے نور الدین زنگی کو قدم بوسی کی سعادت عطا فرمائی۔ نور الدین زنگی نے اُن منحوسوں کو سولی پر لٹکا دینے کا حکم دیا اور سات دن تک وہ سولی پر لٹکے رہے۔ پھر نور الدین زنگی نے روضۂ اطہر کے گرد پانی تک کھدائی کروائی اور پھر اس میں سیسہ پگھال کر ڈال دیا گیا تاکہ آئندہ کوئی ایسی سازش نہ کر سکے۔ میں نے حضرت مولانا صاحب سے رباطِ عثمانؓ اور سرنگ کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے مکان جہاں پر آپ شہید ہوئے کی نشاندہی فرمائی اور مزید فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کے گھر کے سامنے اُن کے اونٹ باندھنے کی جگہ تھی جسے رباطِ عثمان کہا جاتا رہا ہے اور وہاں سے سیدھا روضۂ اطہر کی طرف سرنگ کھودی گئی تھی۔ آپؐ جسم اطہر کی حفاظت اہل ایمان کے یقین و اذعان میں اضافہ کے لئے قدرت کا ایک بہت بڑا کرشمہ ہے۔

کرامت شیخین :-

محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ محبوب خدا کی محبوب ہستیاں سیدنا ابوبکر صدیقؓ و سیدنا عمر فاروقؓ جن کو شیخین کہا جاتا ہے رب تے اپنے ان دو پیاروں کے اجسام کی حفاظت کا کرشمہ چشم بینا و کور دونوں کو دکھایا۔ اہل حق و باطل دونوں نے یہ منظر بھی دیکھا۔ عباسی دور کے اختتام پر رافضیوں (شیعوں) کے کرتا دھرتا پروھتوں حلب میں ایک منصوبہ بنایا جس کا مقصد حضرات شیخین (ابوبکر و عمرؓ) کے اجسام مبارکہ کو روضۂ اطہر سے باہر نکالنا تھا۔ انہوں تے اپنی سازش کا جال وسیع کیا اور گورنر مدینہ کو بھاری رشوت دے کر اپنے مذموم منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی۔ گورنر (والی مدینہ) رضامند ہو گیا اور اس نے بواب (دربان) مسجد نبوی کو حکم دیا کہ رات کے وقت کچھ آدمی مسجد نبوی میں آئیں گے اُن کے لئے دروازہ کھول دینا۔ رات کے وقت چالیس آدمی مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ دربان یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ ان سب کے پاس کھدائی کا سامان ہے۔ اور یہ سب سیدھے روضۂ اطہر کی طرف بڑھے، جب موجودہ آذان کے چبوترہ کے پاس پہنچے تو زمین پھٹ گئی۔ اور وہ سب اس میں غرق ہو گئے، پھر زمین مل گئی، (ایک آدمی کی چادر کا کچھ حصہ باہر رہ گیا) صبح دربان کی وساطت سے یہ کارروائی لوگوں کو معلوم ہوئی اور اس چادر پر بھی مٹی

ڈال دی گئی۔ ترکوں نے اس جگہ کالا پتھر لگا کر نشاندہی کی تھی، اور سنا ہے کہ اب بھی وہی فرش ہے جو ترکوں نے بنایا تھا۔ حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب کا فرمان ہے کہ یہ لوگ حلب کے شیعہ تھے اور یہ واقعہ تاریخ حلب میں ملتا ہے۔ حضرت حافظ صاحب نے مزید بتایا کہ حضرت شیخ المکرم و پیر طریقت عارف باللہ علامہ مولانا اللہ یار خاں صاحب نے بھی اس جگہ کی نشاندہی کی تھی۔ ہمارے چند پاکستانی ساتھیوں نے دری اٹھا کر اس کالے پتھر کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن سعودیہ کی مسجد سکورٹی کا عملہ حرکت میں آگیا اور مشکل سے ان سے جان چھڑائی۔ دراصل سعودی حکومت اس قسم کے آثار کو مٹانے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ غیر ضروری چیزیں لوگوں کی توجہ کا مرکز نہ رہیں۔

حق و باطل میں تفریق :۔

حق و صداقت کی تصدیق کے لئے ہر دور میں اللہ پاک عجیب و غریب کرشمے لوگوں کو دکھاتا رہا ہے تاکہ سادہ لوگوں کو دودھ اور پانی کی پہچان رہے۔ اور وہ حق اور باطل کے درمیان تفریق کر سکیں۔ حضرت مولانا اللہ یار خاں صاحبؒ نے اپنی مایہ ناز کتاب "دلائل السلوک" میں لکھا ہے کہ :۔

"ایک عاشق رسولؐ اور محب شیخین رضؓ نے تین مدحیہ قصائد تیار کئے۔ پھر روضۂ اطہر پر حاضر ہوا۔ اور سب سے پہلے سرکار دو عالمؐ کے رُخِ انور کے سامنے کھڑے ہو کر آپؐ کی شان میں ایک قصیدہ نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ پڑھا۔ پھر دوسرا قصیدہ حضرت صدیقؓ کے رُخِ انور کے سامنے کھڑے ہو کر تیسرا قصیدہ ان کی شان اور مدح میں پڑھا۔ جب وہ عاشق رسولؐ وہاں سے فارغ ہوا تو ایک آدمی نے اس کی منت سماجت کی کہ آپ میرے ساتھ کھانا کھائیں اور اپنے ساتھ گھر لے گیا، وہاں جا کر اُس نے اُس عاشقِ رسولؐ کو کہا کہ جس زبان سے تو نے حضرات شیخینؓ کی تعریف و مدح کی ہے اب مذمت کرو۔ ورنہ اپنی زبان کٹوانے کے لئے تیار ہو جاؤ، اس کے ایمان نے اسے حضرات شیخینؓ کی مذمت کرنے کی اجازت نہ دی اور اس نے اپنی زبان باہر نکال دی ظالم رافضی نے اس کی زبان کاٹ کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ وہ بے چارہ روتا ہوا پھر روضۂ طہر پہ آگیا اور رونے لگا۔ اسی حالت میں اُس پر غنودگی سی طاری ہو گئی اور وہ کیا دیکھتا ہے کہ حضور اکرمؐ اس کے ہاتھ سے زبان کا ٹکڑا لے کر زبان سے جوڑ رہے ہیں، جب اس کو ہوش آئی تو اس کی زبان ٹھیک ٹھاک تھی۔ اور وہ خدا کا شکر کرتا ہوا اپنے گھر چلا گیا۔ دوسرے سال پھر اس نے تین قصیدے تینوں حضرات کی مدح سرائی میں روضۂ اطہر پر پیش ہو کر پیش کئے۔ اور جب فارغ ہوا تو پھر ایک آدمی نے اسے مدعو کیا اور گھر لے گیا۔ جب اس نے اُس کے

گھر میں قدم رکھا تو لرز گیا کہ یہ تو وہی گھر ہے جس میں پچھلے سال اس کی زبان کٹ گئی تھی، صاحب خانہ اُس سے مخاطب ہوا، کہ یہ وہی گھر ہے جس میں پچھلے سال میرے والد نے آپ کی زبان کاٹی تھی۔ اللہ پاک نے اسی وقت اس کی شکل بندر کی سی کر دی اور وہ سامنے میرا والد ہے جس کو آپ بندر دیکھ رہے ہیں، ہم سب نے اس دن سے توبہ کر لی ہے، اور باطل نظریات کو ترک کر دیا ہے۔ اللہ پاک نے آپ کی زبان ٹھیک کر دی ہے، اب آپ میرے والد کے لئے دعا کریں کہ اللہ پاک اس کو ٹھیک کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تو اس کا چہرہ تبدیل نہیں کیا اور روتا ہوا اُس کے گھر سے باہر آ گیا۔

آثارِ مقدس :-

مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں مقدس مقامات و زیارات پر حضرت مولانا صاحب کی معیت میں رب نے جانے کا موقع عطا فرمایا۔ جب ہم سلع پہاڑی کے دامن میں پہنچے جہاں آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ خندق کے دوران ہیڈ کوارٹر تھا۔ تو سبھی ساتھی حضرت مولانا صاحب کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ حضرت نے جب عقیدت سے آبدیدہ ہو کر عظمتِ صحابہؓ کی چند باتیں بتائیں تو سب ساتھی حیرت زدہ ہو کر اشکبار نظر آنے لگے۔ اسی دوران ایک ساتھی نے چٹان ٹوٹنے والی جگہ کے متعلق سوال کیا تو حضرت نے اس کی نشاندہی فرمائی۔ یہ چٹان والا واقعہ بھی قدرت کے کرشموں میں سے ایک کرشمہ تھا۔ حضور اکرمؐ نے حضرت سلیمان فارسیؓ کے مشورے سے دفاع مدینہ کے لئے خندق کھودنے کا فیصلہ کیا، اور خندق کی جگہ کی نشاندہی کر کے صحابہ کرامؓ میں کھدائی کے لئے جگہ تقسیم کر دی اور صحابہ کرامؓ نے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ خندق کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آ گئی۔ ہم نے آپؐ سے عرض کیا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ٹھہرو، میں خود اترتا ہوں اور بھوک کی وجہ سے آپؐ نے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ آپؐ نے کدال دست مبارک میں لی اور چٹان پر ماری تو چٹان دفعتہً ریت کا ایک تودہ تھی" بخاری شریف"

نسائی شریف میں اسقدر اضافہ ہے کہ آپ نے جو اب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ آپؐ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے شام کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ خدا کی قسم شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے دوسری کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گرا آپؐ نے فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ فارس کی کنجیاں میرے حوالے کر دی گئیں، خدا کی قسم مدائن کے محل قصر ابیض کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، تیسری دفعہ آپؐ نے

بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں، خدا کی قسم صنعا کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ "حسن صحیح"

محترم حضرت مولانا علامہ محمد اکرم صاحب مدظلہ فرمانے لگے قدرت کا بھی عجیب نظام ہے۔ تین ہزار بے سروسامان صحابہ اپنے دفاع کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ کر مدینہ کا دفاع کر رہے اور حالت یہ ہے کہ گھبراہٹ کی وجہ سے بعض کے کلیجے منہ کو آرہے ہیں اور پورا عرب گویا ان کے مٹانے پر تلا ہوا ہے، اور گھیرا سخت ہوتا جارہا ہے اور رب کی طرف سے قیصر و کسریٰ کی چابیاں ان کے سپرد کی جارہی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ قیصر و کسریٰ کے محلوں کی چابیاں غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئیں اور آج ۱۴۰۰ سال گذر جانے کے بعد بھی یہ مفتوحات مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔ یہ بھی قدرت کا کرشمہ ہے۔ کہ وہ ذات ناممکن امور کو ممکن کر کے دکھا دیتی ہے۔

فرمانِ باری

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

ترجمہ:

"بیشک نماز مومنوں پر اپنے وقت پر فرض ہے"

★

روشنی کے مینار

(قادری)

"لاوارث اور بے کس مسلمانوں پر قریش نے اپنی چیرہ دستیوں میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ دہکتے ہوئے کوئلوں پر زندہ کھال والی پیٹھیں ننگی لٹائی گئیں۔ جلتی ہوئی ریت پر جانداروں کو سلایا گیا۔ کتے جب مرجاتے ہیں تب اُنکی ٹانگوں میں رسی باندھ کر مہتر گھسیٹتے ہیں۔ لیکن قریش کے مہتروں میں ایسے مہتر بھی تھے جنہوں نے جیتے جاگتے آدمیوں کے گلے میں رسیاں باندھیں اور مکہ کی گلیوں میں ان ہی رسیوں کے ساتھ وہ گھسیٹے گئے۔ گرم پتھروں پر کھلے بدن کے ساتھ کوڑے مار کر سچ چھوڑ کر جھوٹ بولنے کے لئے تڑپائے گئے، تلملائے گئے، چٹائیوں میں باندھ کر ناک کی راہ سے تیز اور تند ایندھنوں کا دھواں پہنچایا گیا۔ بوڑھی غریب بیکس عورت کے سر پہ انگارے رکھے گئے۔ اس کے سامنے اس کے شوہر کے سینے میں برچھا جھونکا گیا۔ سب کچھ کیا گیا لیکن سچائی کی چٹان پر جس کو بٹھایا گیا تھا ان کے یقین میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔"

صحابہ کرامؓ کے مصائب اور ان پر ڈھائے جانے والے ستم سید اسعد گیلانی نے مندرجہ بالا الفاظ میں بیان کئے ہیں۔

"اللہ ان سب کے درجات کو مزید بلند فرمائے قوتِ برداشت، صبر اور حوصلہ یہ انہی کا حصہ تھا۔ جو اللہ نے اُن کو عطا کیا۔ ہر قسم کے مصائب جھیلتے رہے کفار نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن ایمان ان کے دلوں میں ایسا رچ بس گیا تھا کہ قلوب کی گہرائیوں سے توحید کی یہ امانت نکل نہ سکی۔ خلوص اور جاں نثاری کے ہر امتحان میں جب جماعتِ صحابہؓ پوری اتری تو خدائے عزوجل نے اُن کی کامیابی کا اعلان :-

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ ترجمہ : "خدا نے اُن کے دل تقویٰ کے لئے آزمالئے"

کے الفاظ میں کر دیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو بھی ملا

صحابہ کرامؓ کی جانی قربانیوں کے سینکڑوں واقعات میں سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

ایک کمسن بچے نے جس کی عمر کوئی آٹھ سال تھی۔ اہل مکہ کے ستم رسیدہ اور بیکس مسلمانوں کی قوت برداشت، حوصلہ اور صبر آزما مشکلات دیکھیں۔ لیکن ڈرا نہ گھبرایا۔ اللہ کے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہا، اور دینِ حق کو قبول کرلیا۔ اس کی اس جرأت پر سبھی نے پیچ و تاب کھائے۔ چچا سر پیٹ کر رہ گیا، پکڑ کر چٹائی میں لپیٹا اور لگاتار دھونی دینے لگا تاکہ جب دم گھٹنے لگے تو مجبور ہو کر توبہ کرلے گا۔ رسولِ عربیؐ کی صحبت کا اثر تھا یا اللہ کے نام کی برکت، کفر کے بس میں جتنی قوت تھی ساری لگا دینے کے باوجود اللہ کے ان بندوں کا اُن کے حقیقی رب سے تعلق نہ ٹوٹ سکا۔ ابو الاسود کہتے ہیں کفر کی طرف واپس لوٹ جانے کی کوشش کے جواب میں یہ کمسن زبیر بن العوامؓ کہتا۔

"میں تو اب کسی صورت کا فر نہیں بنوں گا۔" (اسد الغابہ: تذکرہ زبیر بن عوامؓ)

ہادیٔ برحقؐ کا فرمان ہے۔ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ ترجمہ: کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اُس پر ڈٹ جاؤ۔ حضرت زبیرؓ نے آنے والی نسلوں کے لئے اس کی ایک مثال پیش کردی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ روتے ہوئے بارگاہِ اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔ آقاؐ نے پاس بلا کر وجہ پوچھی۔ عرض کی "مشرکین نے پکڑ کر پانی میں غوطے دیئے۔ ان ظالموں نے اس قدر غوطے دیئے کہ میں حواس بھی کھو بیٹھا۔ اس حالت میں ان مشرکوں نے میری زبان سے نہ جانے کیا کیا کہلوالیا؟ بعد میں مجھے احساس ہوا تو غیرتِ دینی سے پانی پانی ہو کر اب حاضرِ خدمت ہوا ہوں! توبہ کروں معافی مانگوں یا کیا کروں؟ آقاؐ نے اپنے دستِ شفقت سے آنسو پونچھے، فرمایا:۔

"اگر تمہارا دل ایمان سے مطمئن ہے تو پھر مضائقہ نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔"

مکہ کی ایک گلی سے محمد عربیؐ کا گزر ہوا تو دیکھا کچھ ظالموں نے اُن کے ایک رفیق کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا رکھا ہے۔ اُن کے اس ظلم کو دیکھ کر دل جل اٹھا، پاس جا کر سر پر دستِ اقدس پھیرا اور دعا فرمائی۔

"اے آگ عمارؓ پر بھی اس طرح ٹھنڈی ہو جا جس طرح تو ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہوئی تھی۔"

انہی عمارؓ کو کبھی جلتی ریت کے فرش پر لٹا دیا جاتا، پھر مارنا اور مار کھانا تو ان کا روز کا معمول بن چکا تھا کیونکہ کفر کے جوشِ غضب کی تان ایسے ہی بیکس و غریب اور بے سہارا لوگوں پر آن ٹوٹتی تھی۔

حضرت سمیہؓ ابھی تک بنی مخزوم کی غلامی میں ہی تھیں کہ اسلام قبول کرلیا۔ اللہ کی محبت اور جوشِ ایمانی ایک روز سے زیادہ چھپ کر نہ رہ سکا۔ مشرکین اس لاچار غریب اور بے سہارا لونڈی کا ایمان بھلا کیسے

برداشت کر لیتے۔ باز آنے کو کہا! سمجھایا! تنگ کیا جب کسی چیز کا اثر نہ ہوا تو ابوجہل نے اسقدر مارا کہ آنکھوں سے اندھی ہو گئیں۔ اب طعنہ دے کر کہنے لگا۔

"لات و عزیٰ تم سے ناراض ہو گئے ہیں
اسی لئے تیری بینائی چھین لی ہے"

جذبۂ توحید نے اب بھی لات و عزیٰ کا نام سننا گوارا نہ کیا۔ فوراً بے دھڑک جواب دیا۔

"لات و عزیٰ کیا ہیں؟ میرا رب تو اس
پر بھی قادر ہے کہ پھر سے مجھے بینا کر دے"

صبح سو کر اٹھیں خدا کی قدرت! کہ آنکھیں روشن تھیں صحیح سلامت دیکھ کر اب کافر کہنے لگے۔ یہ ضرور محمدؐ کا جادو ہی ہے جس کے اثر سے یہ ٹھیک ہو گئی ہے۔

ایک نوجوان کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔ رستے سے باندھ کر لوگ کھینچے جا رہے ہیں۔ ایک عورت غصے سے پاگل غراتی، گالیاں دیتی پیچھے پیچھے آ رہی ہے۔ صفا اور مروہ پر سعی کرنے والے لوگ اس بھیڑ کو دیکھ کر حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا ماجرا ہے؟ مسعود بن خراشؓ کہتے ہیں پتہ چلا! یہ مجرم تو طلحہ بن عبید اللہ ہے اور جرم اس کا صرف یہ ہے کہ یہ تین سو ساٹھ خداؤں کا باغی بن کر صرف ایک خدا کا پرستار کیوں ہو چکا ہے۔ پیچھے آنے والی عورت کوئی غیر نہیں اس کی اپنی ماں صعبہ بنت حضرمی ہی تو ہے وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین سے وفاداری کا اظہار بیٹے کو یہ کڑی سزا دے کر کر رہی ہے۔

نوفل بن خویلد قریشی شیر مشہور ہے۔ اس کو طلحہ پر بے حد غصہ آیا اور پھر یہ معلوم کر کے کہ ابوبکرؓ نے طلحہؓ کو ورغلایا ہے تو اس نے دونوں کو ایک رسی میں باندھ دیا اب نہ تو قریش میں سے ہی کسی نے چھڑایا اور نہ بنو تمیم گلہ دینے آئے۔

لیکن یہ ہتھکنڈے نورِ اسلام کو ان کے سینے سے کسی صورت نہ نکال سکے۔

(حیات صحابہ، طبقات ابن سعد ص۱۱۱)

ے نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

انفرادی کے علاوہ اجتماعی طور پہ بھی حضرات صحابہؓ پہ طرح طرح کے مصائب و مشکلات آئیں۔ مثلاً حرامؓ بن ملحان اور ان کے انہتر رفقاء نے بئر معونہ کے مقام پہ عصیہ اور رعل قبائل کے ہاتھوں بے کسی سے جام شہادت نوش کیا۔ واقع رجیع حضرت عاصمؓ اور ان کے ساتھ رفیقوں کے بدن بنو لحیان کے سو تیر اندازوں کے تیروں سے چھلنی ہوئے۔

۷ھ میں ابن ابی العوجاءؓ کے انچاس ساتھی قبیلہ بنو سلیم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت کعب بن عمر غفاریؓ مع اپنے ساتھیوں کے ذات اطلاع کے

میدان میں شہید ہوئے ۔ بعض اصحاب کو کفار گائے یا اونٹ کی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں پھینک دیتے ۔ اور کبھی کسی نومسلم کو لوہے کی زرہ پہنا کر گرم گرم پتھروں پر گرا دیتے ۔

اس قسم کے واقعات روزانہ پیش آتے ۔ ایمان لانے والوں کو یقین ہوتا کہ انہی کٹھن مراحل سے انہیں بھی گزرنا ہوگا ۔ اللہ کی رضا اور جنت کی قیمت اسی صورت ادا کرنا ہوگی ۔ لیکن ڈرے نہ گھبرائے اور پھر عشق کے امتحانوں میں سرخرو ہوتے ، ان مصائب کا پڑھنا یا سننا تو ذرا مشکل نہیں لیکن برداشت کرنا اور وہ بھی ایک دو روز نہیں بلکہ ہر نیا سورج نئے مصائب و ابتلا کے ساتھ طلوع ہوتا ۔ بڑا ہی مشکل تھا ۔

اور ہمارا آج یہ حال ہے کہ دعویٰ مسلمانی ہو یا عشقِ رسولؐ ان میں تو ہم ان سے بھی آگے ہیں ۔ لیکن پھر مشکلات سے گھبراتے بھی ہیں حالانکہ یہی امتحانات ترقی کے زینے ہیں اور بلندئ درجات کا سبب ہیں ۔ کیا امتحانوں سے کنی کتراتے والے بھی کبھی کامیاب طلبہ میں شمار ہوئے ہیں ۔ جب کبھی حق کی خاطر کسی قربانی کا موقع آجائے تو اُسے ترقی کا ایک (موقعہ) سمجھیں ۔ اور اللہ سے کامیابی کی دعا کریں ۔ صحابہؓ کی قربانیوں کو مشعلِ راہ بنائیں ۔

تبصرہ لغزشیں

(حافظ عبد الرزاق)

"لغزشیں" وقت کی ایک اہم ضرورت پوری کرتی ہے ۔ دورِ حاضر کے "روشن خیال" نوجوان فکری گمراہی کا شکار ہو کر دین کی من پسند توجیہات میں مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں ۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متعین کردہ راستہ انہیں پسند نہیں ۔ اس سے ان کی بے لگام شخصی آزادی متاثر ہوتی ہے ۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ من کی موج پر لبیک کہیں اور اس پہ چھاپ دین حقہ کی لگا دیں تاکہ کعبہ اور صنم ہر دو خوش رہیں ۔ ظاہر ہے یہ کھلا دھوکہ اور فریب ہے اور کوئی راست فکر انسان اس دامِ تذویر میں پھنسنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا ۔ رہی بات دین سے بے بہرہ نوجوانوں کی تو ان کے حق میں دعائے خیر ہی کی جا سکتی ہے ۔ یہ مخلوق اپنے

دین کی ابجد سے بے بہرہ ہوتی ہے مگر اس کے باوجود وہ بڑے تحکمانہ انداز میں اسلام کی دقیانوسیت [illegible] کا رونا بھی روتی ہے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اللہ پاک ان "متجددوں" کے دام فریب سے نوجوان نسل کو محفوظ رکھے۔ (آمین) نوجوانوں کو فکری گمراہی نے کہیں کا نہیں چھوڑا۔ رگِ گل سے بلبل کے پر باندھنے کے فن میں یکتا ہے۔ خیر کی صفت سے ہنوز یکسر خالی نہیں دیتے۔ وہ اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرنے کے باوجود اسے اپنی ذات پر نافذ نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اطاعت و زہد کی لذتوں کو جاننے کے باوجود "طبیعت ادھر نہیں آتی"۔ خدا کرے کہ انکی طبیعت خیر کی جانب پلٹ سکے۔ انہیں شر کے نرغے میں پھنسا ہوا دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ یہ ایمان افروز کتاب ہر نوجوان کو پڑھنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ باتیں اُن کے دلوں میں اُتر جائیں گی۔ دُعا ہے کہ اللہ پاک ان کوششوں کو قبول فرمائے۔ اور قوم کے نوجونوں کو فکری لغزشوں اور ذہنی محرومیوں سے محفوظ رکھے۔

عمل عمل عمل

جلسۂ میلاد کے ایک اجتماع سے

خراجِ عقیدت ادا کرنے والو۔ خراجِ عقیدت سے کیا کام ہوگا
یہی ہے زبانی محبت کا عالم تو دینِ ھدیٰ اور بدنام ہوگا

اگر سن سکو تم! تو روحِ محمدؐ خراجِ اطاعت کی طالب ہے تم سے
یہی ہے جو قول و عمل کی دورنگی بہت دردانگیز انجام ہوگا

فقط خوش بیانی کے جوہر دکھا کر کوئی قوم دنیا میں اُبھری نہیں ہے
عمل چھوڑ کر صرف باتیں بنا کر کوئی قوم دنیا میں اُبھری نہیں ہے

یہ سچ ہے کہ میلاد و سیرت کے جلسے بظاہر ہیں بامِ سعادت کے زینے
مگر اے قصیدہ گرو! یہ تو سوچو کہ بے روح لفظوں کی قیمت ہی کیا ہے

یہ سچ ہے کہ نعتِ محمدؐ کے موتی ہیں ایمان کی انگشتری کے نگینے
بنے ہیں کہیں نقشِ آبِ رواں یہ چلے ہیں کہیں خشکیوں میں سفینے

نبیؐ کی حیاتِ مقدس کو دیکھو ملے گی سراپا جہادِ مسلسل
وفا کی صعوبت میں فولاد و آہن، کرم کی لطافت میں رحمت مکمل

یہ سوچو کہ نورِ ہدایت کا پرچم جنابِ محمدؐ نے کیسے اڑایا
یہ سوچو کہ دبتوں کو کیسے ابھارا یہ سوچو کہ گرتوں کو کیسے اٹھایا
یہ سوچو کہ کیا چیز تھی جس کے بل پر خدا کے اکیلے پیمبر نے اٹھ کر
الٹ دی تھی ایران و روما کی مسند پلٹ دی تھی صحرا نشینوں کی کایا

یہی نا! کہ اس بندۂ باصفا نے جلایا چراغِ جہاد و عزیمت
یہی نا! کہ میدانِ سعی و طلب میں نہ چھوڑا کبھی دامنِ استقامت

یہی نا! کہ سارے زمانے سے کٹ کر اٹھایا خدا کی اطاعت کا پرچم
ہدایت کا امن و سعادت کا پرچم، وفا کا حقیقی محبت کا پرچم
وہ بدر و حنین و تبوک و اُحد کا جفا کوش، جانباز، یکتا مجاہد
وہ تھا جس کے مضبوط دستِ عمل میں جہاں سے نرالی شجاعت کا پرچم

وہ جرأت سراپا وہ ہمت مجسم، وہ راتوں کا عابد وہ دن کا سپاہی
وہ جس نے سیاست کی زلفیں سنواریں وہ جس نے فقیری میں کی بادشاہی

اگر اس سے کچھ بھی عقیدت ہے تم کو تو اپنا وطیرہ بدلنا پڑے گا
نفاقِ زبان و عمل سے گزر کر صداقت کے سانچے میں ڈھلنا پڑے گا
خبر دے رہا ہے محمدؐ کا اسوہ کہ آساں نہیں ہے مسلماں ہونا
بہت امتحانات درپیش ہوں گے بہت سخت راہوں پہ چلنا پڑے گا

وہ شعبِ ابوطالب و شہرِ طائف برابر صدا پر صدا دے رہے ہیں
وہ مکہ کی خاکِ مقدس کے ذرے نقوشِ قدم کا پتہ دے رہے ہیں

اٹھو مومنو! آج سے عہد کر لو حبیبِ خدا کی اطاعت کرو گے
عقیدہ کے پہلو بہ پہلو عمل سے حقیقت میں تعمیلِ سنت کرو گے
وہ تابندہ اسلام جو رہ گیا ہے کتابوں کے اوراق میں دفن ہو کر
وفا کیشیوں سے جفا کوشیوں سے زمانے میں اسکی اشاعت کرو گے

یہ ذوقِ اطاعت سے خالی عقیدت، عقیدت نہیں صرف بازیگری ہے
جو ایثار و اقدام سے جی چرائے محبت نہیں صرف بازیگری ہے

عامر عثمانی

(بشکریہ الفاروق)